پاکستان میں غیر مسلموں سے معاشرتی برتاؤ

مقالہ نگار

سید محمد ذیشان بخاری

رولنمبر ۸۰۸۳، ایم اے اسلامیات

سیشن: ۱۲-۲۰۱۰

یہ مقالہ ایم اے اسلامیات کی جزوی تکمیل اور حصولِ سند کے لیے
شعبہ علوم اسلامیہ میں جمع کرایا گیا۔



شعبہ علوم اسلامیہ

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

سیشن ۱۲-۲۰۱۰

پاکستان میں غیر مسلموں سے معاشرتی برتاؤ

تحقیقی مقالہ برائے

ایم اے (اسلامیات)

سیشن: ۲۰۱۰-۱۲

مقالہ نگار

سید محمد ذیشان بخاری

رول نمبر ۸۰۸۳

رجسٹریشن نمبر: 2010-GCUF-7486-418

نگران مقالہ

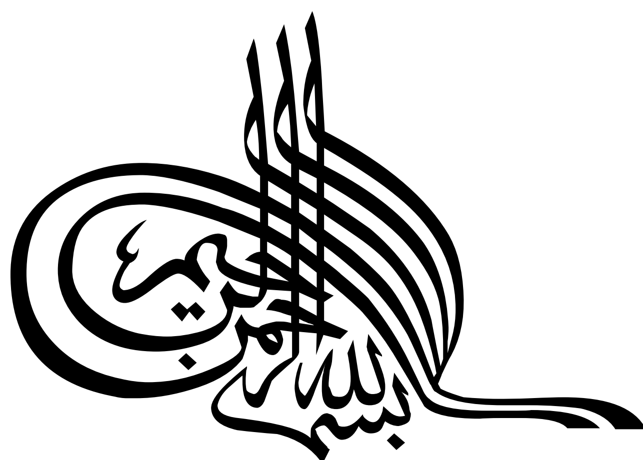
ڈاکٹر محمد حامد رضا

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ

جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

شعبہ علوم اسلامیہ

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد


بسم الله الرحمن الرحيم

حلف نامہ

میں حلفیہ اقرار کرتا ہوں کہ میں نے یہ مقالہ بعنوان "پاکستان میں غیر مسلموں سے معاشرتی برتاؤ" برائے حصولِ سند ایم اے اسلامیات خود لکھا ہے۔ میں نے سرقہ سے کام نہیں لیا اور تحقیق و اخلاق کے اُصولوں کو مدنظر رکھا ہے نیز اس سے پہلے یہ مقالہ کسی یونیورسٹی میں برائے حصولِ سند پیش نہیں کیا گیا۔ میں اِس مقالے کے تمام نتائجِ تحقیق اور جملہ عواقب کا ذمہ دار ہوں۔غلط بیانی کی صورت میں یونیورسٹی تادیبی کارروائی کرسکتی ہے۔

سید محمد ذیشان بخاری

رجسٹریشن نمبر:2010-GCUF-7486-418

تصدیق نامہ

میں تصدیق کرتا ہوں کہ سید محمد ذیشان بخاری نے مقالہ بعنوان ''پاکستان میں غیر مسلموں سے معاشرتی برتاؤ'' برائے حصولِ سند ایم اے اسلامیات میری نگرانی میں مکمل کیا ہے۔میں اس کے اندازِ تحریر ومعیارِ تحقیق سے مطمئن ہوں۔ میرے خیال میں یہ مقالہ ناظم امتحانات، جی سی۔ یونیورسٹی، فیصل آباد کو بھیجا جاسکتا ہے تا کہ وہ اِسے بیرونی ممتحن کو جانچ اور زبانی امتحان کی غرض سے ارسال کرسکیں۔

دستخط نگران مقالہ مع تاریخ

ڈاکٹر محمد حامد رضا

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

صدر شعبہ علوم اسلامیہ

____

____

ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ

____

____

انتساب

انتہائی محبت وعقیدت سے اپنی اس کاوش کو اپنی بھابھی محترمہ مسز سید انعام الحق بخاری کی نذر کرتا ہوں جو مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد میرے کزن سید انعام الحق بخاری کے عقد میں آئیں۔ اللہ رب العزت اُن کو سلامتی ایمان کے ساتھ خوش وخرم زندگی عطا فرمائے۔ (آمین)

مقدمہ

الحمد للّٰہ رب العلیمن والصلوۃ والسلام علیٰ رحمۃ اللعلمین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ○ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ○

پاکستان ایک طویل جدوجہد کے نتیجہ میں معرضِ وجود میں آیا۔ اس کے قیام کا مقصد ایسا خطۂ سرزمین حاصل کرنا تھا کہ جس میں اسلام کی تعلیمات کو عملی صورت دی جا سکے۔

قیامِ پاکستان کی تحریک میں بہت سارے غیر مسلموں نے بھی مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ کا ساتھ دیا۔ حالانکہ مسلم لیگ کا نعرہ نفاذِ اسلام تھا لیکن غیر مسلم اس بات سے خوب واقف تھے کہ مسلمانوں نے جہاں جہاں بھی حکمرانی کی ہے وہاں کی اقلیتوں کو نہ صرف آزاد ماحول نصیب ہوا ہے بلکہ انہیں خوب ترقی بھی نصیب ہوئی ہے۔ جن غیر مسلم طبقات نے مسلم لیگ کا ساتھ دیا ان میں مسیحی اور پارسی سرِ فہرست ہیں۔ ہندوؤں کی اچھوت برادری کی طرف سے بھی بہت حمایت حاصل رہی۔ ان تمام طبقات کی کاوشوں سے پاکستان ۱۴/اگست ۱۹۴۷ء کو صفحۂ ہستی پر نمودار ہوا۔

قیامِ پاکستان کے وقت جو جھنڈا بنایا گیا اس کا ۱/۴ فیصد حصہ سفید کر کے اقلیتوں سے منسوب کر دیا گیا۔ کیونکہ اس وقت پاکستان کی ۱/۴ فیصد سے زائد آبادی یعنی ۲۶ فیصد غیر مسلم تھی اور یہ صورت ۱۹۷۱ء سقوطِ ڈھاکہ سے قبل تک قائم رہی۔

پاکستان میں ابتدا سے ہی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کا اہتمام کیا گیا۔ آئینِ پاکستان اور ہر قانون میں اقلیات کے معاملات کو ہمدردی کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

پاکستان میں مسلمان طبقہ کی اکثریت ہے اور وہ بھی مختلف اقوام و طبقات سے تعلق رکھتے ہیں، اسی طرح ملکِ عزیز میں کئی اور مذاہب کے ماننے والے لوگ بھی موجود ہیں۔ لہٰذا ان کو ایک نظم میں پروئے رکھنا ایک مشکل کام ہے اور اس کے لیے ہمہ وقت حکومتی اور معاشرتی سطح پر مستعد رہنے کی ضرورت ہے۔

ملکِ پاکستان میں اس حوالے سے وقتاً فوقتاً مسائل اُٹھتے رہے ہیں مگر ہمارے معاشرہ میں انہیں کسی نہ کسی طور پر حل کیا گیا ہے۔

پاکستانی معاشرہ میں اقلیتوں کے حوالے سے جو مسائل پیدا ہوتے رہے ہیں اور ہمارا معاشرہ ان سے کیا برتاؤ کرتا رہا ہے، زیرِ نظر مقالہ میں انہی امور کو اسلامی تعلیمات، آئینِ پاکستان اور ہماری معاشرتی روایات کے تناظر میں دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مقالہ میں پاکستانی غیر مسلموں کے سلسلہ میں چھ غیر مسلم مذاہب کو لیا گیا ہے جن میں مسیحی، ہندو، احمدی، بہائی، سکھ اور پارسی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ بھی پاکستان میں غیر مسلموں کا ذکر ملتا ہے لیکن ان کی تعداد اتنی کم ہے کہ وہ لوگ پاکستانی اکثریت کے رنگ میں ہی رنگے جا چکے ہیں، لہٰذا ان کو مقالہ میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔

پاکستانی غیر مسلم اقلیتوں کے اعداد و شمار کا حکومت کی طرف سے کوئی خاص اہتمام نہیں کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے مسیحیوں، ہندوؤں اور احمدیوں کے اعداد و شمار ۱۹۹۸ء کی مردم شماری کی بنیاد پر تو ملتے ہیں جبکہ بہائیوں، پارسیوں اور سکھوں کے کوئی اعداد و شمار نہیں ملتے۔ لہٰذا مجبوراً اعداد و شمار کے لیے انٹرنیٹ اور وکی پیڈیاز کا سہارا لینا پڑا۔ اس کے لیے اگر کوئی دلچسپ معلومات ملتیں کہ جن کا ذکر موضوع کے اعتبار سے ناگزیر ہوتا، انٹرنیٹ سے ہی لی گئی ہیں۔ کیونکہ اس کے بارے بھی کوئی کتابی معلومات میسر نہ تھیں۔

اس مقدمہ میں ہر معلومات کو بنیادی مآخذ سے حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بیانیہ اسلوبِ تحریر اختیار کیا گیا ہے۔ صحاح ستہ کے حوالہ جات کے لیے مکتبہ دارالسلام ریاض، کے نسخے استعمال کیے گئے ہیں۔ جو معلومات کتب میں دستیاب نہیں ہیں وہ انٹرنیٹ سے لی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ انگریزی واُردو جرائد و رسائل سے بھی معلومات کثرت سے اخذ کی گئی ہیں۔

مقالہ ہٰذا کے ابواب، جن کی مختصراً تفصیل اس طرح ہے۔

باب اوّل تین فصول پر مشتمل ہے۔ اس باب کی پہلی فصل میں پاکستانی معاشرہ کی تعریف، دوسری فصل میں پاکستانی معاشرہ کے اجزائے ترکیبی اور تیسری فصل میں پاکستانی غیر مسلم اقلیات کے متعلق بنیادی معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ گویا یہ مقالہ ہٰذا کا تمہیدی باب ہے۔

دوسرے باب میں غیر مسلموں سے متعلق شرعی احکامات اور آئینِ پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کے معاملات پر بحث کی گئی ہے۔

تیسرے باب میں قیامِ پاکستان تا حال ہمارے معاشرہ میں اقلیتوں کی سیاسی مراعات یا محرومیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

پاکستانی معاشرہ میں اقلیتوں کو جن جن مذہبی امور میں آزادی حاصل ہے، یا انہیں جن مقامات پر دشواریاں یا تحفظات موجود ہیں اُن کا ذکر چوتھے باب میں کیا گیا ہے۔

مقالہ کی تیاری اور مواد کے حصول کے لیے خاصی دشواری کا سامنہ کرنا پڑا، جن کا تفصیلی ذکر یہاں تو ممکن نہیں البتہ اُن اداروں اور شخصیات کا ذکر نہایت ضروری ہے جن سے مطلوب مواد کا حصول ممکن ہو سکا۔

علامہ علاؤ الدین صدیقی لائبریری، ادارہ علومِ اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

کتب خانہ، شیخ زید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

مین لائبریری، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

کتب خانہ، ادارہ منہاج القرآن، ماڈل ٹاؤن لاہور۔

علامہ اقبال لائبریری، بیرون کچہری بازار فیصل آباد۔

کتب خانہ:۔ڈاکٹر محمد حامد رضا، ڈگلس پورہ فیصل آباد۔

کتب خانہ:۔محمد فرقان صاحب، جھنگ بازار فیصل آباد۔

شخصیات:

میرے والدِ محترم پیر سیّد عاشق حسین بخاری ، نے ہر ہر قدم پر میری سرپرستی فرمائی، قیمتی آراء سے نوازا اور بے بہا دعائیں فرمائیں۔

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی صاحب (ایسوسی ایٹ پروفیسر) ادارہ علومِ اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، نے مجھے اس مقالہ کے حوالہ سے بنیادی معلومات سے آگاہ کیا۔

میرے استادِ محترم اور نگرانِ مقالہ ھٰذا ، ڈاکٹر حامد بن جمیل صاحب نے نا صرف میری راہنمائی فرمائی بلکہ ذاتی لائبریری سے کتب بھی فراہم کیں اور ہمہ وقت تعلیم وتربیت میں مستعد رہے۔

انتہائی مخلص دوست محمد فرقان صاحب نے ذاتی لائبریری تک رسائی دے کر میری مشکل کم کر دی ۔اُن کی علم دوستی اور کتاب دوستی قابلِ ستائش ہے۔

اور اپنے دوست شفقت عزیز صاحب کا ممنون ہوں کہ انہوں نے مقالہ کی پروف ریڈنگ اور مصادر ومراجع کی ترتیب میں میرا ہاتھ بٹایا۔

اللہ کریم ان تمام شخصیات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔(آمین)

یہ مقالہ ایک ابتدائی کاوش ہے لہٰذا اس میں کثرت سے علمی کمزوریاں موجود ہیں جو مقالہ نگار کی کم علمی پر دلالت کر رہی ہیں۔البتہ اگر کوئی خوبی آگئی ہے تو وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل کی وجہ سے ہے۔

"رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ العَلِيْمُ"

سیّد محمد ذیشان بخاری

جامع مسجد گلزارِ مدینہ رضا آباد فیصل آباد

Mobile: 0345-7775092

فہرست ابواب

تفصیل ابواب

باب اوّل

پاکستانی معاشرہ اور اس کے خدوخال

فصل اوّل

معاشرہ کا تعارف،لغات،مفکرینِ معاشرہ اور تعلیماتِ اسلام کی روشنی میں

تمہید:

انسان ہمیشہ معاشرتی زندگی گزارتا رہا ہے اور معاشرے کا فرد رہا ہے۔ اس لیے اس نے معاشرے کو اپنے لیے کوئی الگ چیز نہیں سمجھا اور اس کے بارے میں اس کا عملی رویہ ایسا رہا جیسا اپنی ذات کے بارے میں ہوتا ہے۔ انسان اپنے وجود کو ایک بدیہی حقیقت سمجھتا ہے اور اس کے بارے میں اسے اس وقت تک خاص احساس نہیں ہوتا جب تک وجود کو کوئی خاص عارضہ لاحق نہیں ہوتا۔ اسی لیے معاشرے کے بارے میں بھی انسان کو الگ سے عملی و تفتیشی سرگرمی کا خیال نہیں آیا۔

دنیا کی مختلف تہذیبوں نے اپنے تجربات کی روشنی میں معاشرے کے بارے میں اپنی آراء اور رویوں کا اظہار کیا ہے۔ معاشرتی مطالعہ و تجزیہ بالعموم علم تاریخ کا تجزیہ رہا ہے۔ انسان اور اس کی معاشرت کے بارے میں مذہبی و غیر مذہبی تہذیبوں نے اپنے نقطۂ نظر کو بیان کیا ہے۔ تاہم اسلام وہ پہلا دین ہے جس نے انسان اور اس کی معاشرت، معاشرتی اداروں اور معاشرتی استحکام و زوال کے بارے میں اسلامی آراء کا اظہار کیا ہے۔

مسلم فلاسفہ، متکلمین اور مؤرخین نے معاشرتی اصولوں کو بیان کیا ہے۔ صحت مند معاشرے کے قیام، معاشرتی فساد اور ریاست کے کردار کے بارے میں مؤثر بحثیں کی ہیں۔

مسلمان مؤرخ ابنِ خلدون پہلا مفکر تھا جس نے فلسفہ تاریخ کے ساتھ عمرانیات پر بھی اظہار خیال کیا ہے۔ [۱]

اُن کے بعد اہم شخصیت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی ہے انہوں نے اُس وقت عمرانی علوم پر اظہار خیال کیا کہ جس

وقت ہابز (Hobbes) اور لاک (Locke) سیاسی و عمرانی موضوعات پر لکھ رہے تھے۔ جب انگریز مُنکرِ خدا، تہذیب کے نقوش مرتب کر رہے تھے اسی وقت شاہ ولی اللہ الہامی بنیادوں پر سیاسی و معاشرتی تنظیم کے خدوخال واضح کر رہے تھے۔ مسلمان مفکرین کی ان کاوشوں کے باوجود یہ کہنا مناسب ہوگا کہ علم المعاشرت ایک الگ علمی شاخ کے طور پر مرتب نہیں ہوا تھا۔ (۲)

لہٰذا اس سلسلہ میں مقالہ کی ابتداء ''لفظِ معاشرہ'' کی لغوی تحقیق سے کی جارہی ہے۔ اس کے بعد ماہرینِ معاشرت کے اقوال اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بھی اس کا جائزہ لیا جائے گا تا کہ لغوی و اصطلاحی معانی و مفاہیم واضح ہو جائیں۔

معاشرہ کی لغوی تعریف:

لفظِ معاشرہ اپنی اصل کے اعتبار سے عربی زبان سے ماخوذ ہے۔ لہٰذا مختلف عربی لغات سے لفظِ معاشرہ کی مختصر تحقیق درج کی جارہی ہے۔

تاج اللغۃ العربیہ:

"والمعا شرة ، المخالطة ، وكذالك التعاشر ، والاسم العشيره ، والعشير ، والمعاشرة ، وفى الحديث" اِنَّكُنَّ تُكَثَّرنَ اللَّعَنَ وَ تُكُفُرنَ الُعَشِيُر " يعنى الزواج ،لأنه يعاشرها و تعاشره "(۳)

ترجمہ:

العاشرہ۔ میل جول، اسی سے تعاشر۔ زندگی گزارنا، عشیرہ اور عشیر اور معاشرہ کا اسم بھی اسی سے ہے۔ حدیث میں ہے بے شک تم لعن طعن کی کثرت کروگی اور خاندانی (میل جول) کا انکار کروگی۔

یہ فرمان عورتوں سے ہے۔ اس میں ''عشیر'' سے مراد ''زوج'' ہے۔ کیوں کہ وہ خاندان کی اہم اکائی ہونے کی حیثیت سے زندگی گزارتی ہے اور مرد اس کے ساتھ زندگی گزارتا ہے۔

القاموس المحیط:

"و عشيرة الرجل: بنو ابيه الادنون ، أوقبيلة ج عشائر "(٤)

ترجمہ: آدمی کا خاندان، اس سے مراد اس کی پوری اولاد اور اس کا پورا قبیلہ ہے۔ اس کی جمع

عشائر ہے۔

تاج العروس:

"(وعشيرة الرجل) بنوابيه الادنون أوقبيلة) كا لعشيرة بلاها ، (ج عشائر) قال أبـو على قال ابو الحسن ولم يجمع جمع السلامة قال ابن شميل العشيرة العامة مثل بنى تميم وبنى عمرو ابن قيم وفى المصباح ، ابن العشيرة الجماعة من الناس و اختلف فى مأخذ فقيل من العشيرة أى المعاشره لانها شأنهم أوالذى هوالعدد لكالهم لانها عدد كامل اولان عقدنسبهم كعقدالعشيرة قالهٔ سخنا " (۵)

ترجمہ:

آدمی کے خاندان سے مراداس کے قریبی (رشتہ داروں) کے لیے ہیں اوراس کا قبیلہ سے اوراس کی جمع عشائر ہے۔ابوعلی نے کہا ہےاورابوالحسن نے کہا ہےاس نے سلامتی کوجمع نہیں کیا۔ ابن شمیل نے کہا ہے کہ اس سے تمام خاندان ہی مراد ہے ۔ ابن تمیم اور بنی عمراور ابن قیم اور ''مصباح'' میں ہے کہ ابن العشیر سے مرادلوگوں کا گروہ ہےاور ماٰخذ میں اختلاف ہے۔ یہ بھی قول ہے کہ عشیرہ سے مرادمعاشرہ ہے کیوں کہ یہ عدد کامل ہے یااس لیے کہ وہ معاہدہ ہے جواس کےنسب کی وجہ سے ہے جیسے خاندان کا عقد ہوتا ہےاس کوسخنا نے بیان کیا ہے۔

عربی لغات تقریباً معاشرہ کا ایک ہی معنی کرتی ہیں جو کہ خاندان ہے۔ چونکہ خاندان معاشرے کی بنیادی اکائی ہے کئی خاندان مل کرایک معاشرہ تشکیل دیتے ہیں۔

انگلش میں معاشرہ کے لیے Society کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ انگلش Dictionaries معاشرہ کی یوں تعریف کرتی ہیں۔

(i) "State of living in assosiation with other individuals; customs and organization of ordered community; any social community."

(ii) Association with other companionship, company.

(iii) Association of persons with common interest, aim, principle, etc.(۶)

ترجمہ:

(i) دوسرے لوگوں کے ساتھ روایات اور منظّم تنظیم میں رہنے کی حالت، کوئی بھی سماجی تنظیم۔

(ii) دوسروں کے ساتھ جماعتی انداز میں اور دوستانہ ماحول میں رہنے کی حالت۔

(iii) دوسرے ساتھیوں کے ساتھ مشترکہ مفادات کے حصول کے لیے روابط۔

"Association with one's fellow men in a friendly or intimate manner, companionship or fellowship." (۷)

ترجمہ:

ایک دوسرے کے ساتھ دوستانہ ماحول میں یک جان ہو کر رہنا۔

"Living and eating togather; mixing with conversing with social, intercourse, association intimacy citizenship."(۸)

ترجمہ:

اکٹھے رہنا، کھانا، بے تکلف شہری کی حیثیت سے معاملات پر گفتگو کرنا۔

انگلش Dictionaries میں بھی معاشرہ کی تعریفات عربی لغات سے تقریباً ملتی جلتی ہیں۔ میل جول اور افراد کا باہمی تعلق دیگر اردو لغات میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

المنجد عربی اردو لغت میں یوں درج ہے۔

"عَاشَرَ، یُعَاشِرُ، معاشَرَةً، مل جل کر رہنا"(۹)

فیروز اللغات میں ذرا تفصیل ملتی ہے۔

''معاشرہ جماعتی زندگی ہے۔جس میں ہر فرد کو رہنے، سہنے، ترقی اور فلاح و بہبود کے لیے دوسروں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے۔''(۱۰)

''معاشرہ'' مغربی مفکرین کی نظر میں:

تھامس ہابز(Thomas Hobbes)(1588-1679)

تھامس ہابز کے نزدیک ابتدائی انسان حیوان کے مماثل تھا۔تنہائی کی زندگی بسر کرتا تھا اور اپنے ہم جنسوں سے لڑتا تھا اور معاشرہ اس لیے تشکیل دیا گیا کہ انسان کو انسان کی بے مہار فطرت سے محفوظ رکھا جائے۔(۱۱)

جارج ڈالس ہاورڈ کول (George Dougles Howard Coles) (1889-1959)

ہاورڈ کے نزدیک، اٹھارویں صدی کے انفرادیت پسندوں کا نظریہ یہ تھا کہ انسان پیدائشی طور پر آزاد ہے اور باہمی طور پر مساوی ہے۔(Born free and equal)۔اس نے صرف معاشرتی سہولت کے لیے معاشرہ تشکیل دیا۔تمام نظریات کا انحصار اس پر ہے کہ انسانوں کے درمیان یا افراد اور حکومت کے مابین ایک باہمی معاہدہ ہے۔جس کا مقصود یہ ہے کہ فرد کو سوسائٹی سے حفاظت مہیا کی جائے۔(۱۲)

مغربی مفکرین کے نقطہ نظر کے بعد اسلامی مفکرین کا نقطہ نظر درج کیا جا رہا ہے۔

''معاشرہ'' اسلامی مفکرین کی نظر میں:

ابن خلدون کے نزدیک:

معاشرہ محض انسانوں کے مجموعے کو نہیں کہتے بلکہ معاشرہ مشترکہ مفادات اور مشترکہ سوچ رکھنے والے اجتماع سے ترتیب پاتا ہے۔(۱۳)

شاہ ولی اللہؒ کا نقطۂ نظر یہ ہے:

معاشرہ اور اجتماعی زندگی کا سرچشمہ خود انسان ہی کی ذات ہے اور اجتماعی زندگی بسر کرنا انسان کا فکری تقاضا ہے۔(۱۴)

امام غزالیؒ کا یہ فرمان ہے:

انسان فکری طور پر تنہائی کی زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ اس لیے بقائے نسل اور ضرورتوں کی تکمیل کے لیے اجتماعی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔ یہی معاشرہ کی بنیاد ہے۔[(۱۵)]

مغربی مفکرین کی تعریفات اور نظریات کے بعد اسلامی مفکرین کا بھی معاشرہ پر نقطہ نظر پیش کرنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی مفکرین کا نقطہ نظر نہ صرف مختلف ہے بلکہ تعمیری نوعیت کا ہے۔ لیکن ان تعریفات میں جو ایک مشترکہ نظریہ ہے وہ یہ ہے کہ انسان کو اجتماعت پسند بیان کیا گیا ہے۔ چاہے وہ اس کی مجبوری ہو، فطری تقاضا ہو یا بقائے نسل کے لیے ہو۔

یہاں ایک جو سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ انسان کب سے معاشرت پسند ہے؟ اور کب سے اجتماعی زندگی گزار رہا ہے؟

انسان کی معاشرت پسندی:

انسان اس وقت ایک اجتماعی زندگی گزار رہا ہے۔ اس کی اجتماعی زندگی کے پیچھے کتنی کوششیں کارفرما ہیں؟ اور کتنے عوامل تھے جنہوں نے اسے اجتماعی زندگی پر مجبور کیا؟ کوئی بھی یقین سے اس کے متعلق اظہارِ خیال نہیں کرسکتا۔ اب تو ہر شخص یہ کہتا نظر آتا ہے کہ انسان معاشرت پسند ہے۔ لیکن انسان کیوں معاشرت پسند ہے؟ یہ بتانا ذرا مشکل ہے۔ علمائے معاشرت نے انسان کی معاشرتی زندگی پر جو تحقیقات کی ہیں ان کے نتائج یہ ہیں کہ انسان زندگی کے بالکل ابتدائی اور سادہ دور میں بھی اجتماعیت پسند تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس وقت کی اجتماعیت بھی اس کی ابتدائی زندگی کی طرح ابتدائی تھی۔ ہابز (Hobbes) یہ کہتا ہے کہ ابتدائی انسان حیوان کے مماثل تھا۔ تنہائی کی زندگی بسر کرتا تھا اور اپنے ہم جنسوں سے لڑتا تھا۔ لیکن اس کا نوجوان ہم عصر جان لاک (Jonn Locke) کہتا ہے کہ ابتدائی انسان امن پسند تھا اور گروہی زندگی گزارتا تھا۔ انسان کا یہ طرزِ عمل وقت گزرنے سے بہتر صورتیں اختیار کرتا گیا مگر کم نہیں ہوا۔ کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا کہ جب انسان اجتماعیت سے بے نیاز رہا ہو۔ بالکل ابتدائی دور سے لے کر تمدن کی وسعت تک اجتماعیت اس کا گہوارۂ زندگی رہی ہے۔

معاشرت پسندی کے اسباب:

عام طور پر انسان کی معاشرت پسندی کے دو اسباب بیان کیے جاتے ہیں۔ داخلی وخارجی

(i) خارجی سبب اسی کی کمزوری ہے۔انسان جسمانی مآخذ کے اعتبار سے کمزور ہے حالانکہ حیوانوں کوقدرت نے جسمانی لحاظ سے اس طرح مسلح کیا ہے کہ وہ حملوں، حالات اور مشکلات کا مقابلہ کرسکتے ہیں۔لیکن انسان چونکہ قدرتی ہتھیاروں سے محروم ہے اس لیے وہ اکیلے نہ تو فطری عوامل کا مقابلہ کرسکتا ہے نہ دوسرے حملوں کا دفاع۔

(ii) داخلی سبب اس کی جبلی خواہش ہے۔علمائے معاشرت نے ارسطو کے ایک جملے کوبطورِ استدلال پیش کیا ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے۔انسان طبعی اور جبلی طور پر مل جل کر رہنا پسند کرتا ہے۔

ابنِ خلدون کے الفاظ میں اسے یوں بیان کیا گیا ہے۔

''افرادِ انسانی کا اکٹھے مل جل کر رہنا ایک ناگزیر امر ہے اور یہ وہ حقیقت ہے جسے اہلِ علم اس طرح بیان کرتے ہیں کہ انسان پیدائشی طور پر مدنیت پسند واقع ہوا ہے۔(۱۶)

اسلام اور اجتماعیت:

مذکورہ بالا دونوں نظریے اسلام کے کسی اصول سے نہیں ٹکراتے بلکہ قرآن وسنت کی بعض نصوص سے دونوں کی تائید ہوتی ہے۔فطری معاشرت پسندی کی تائید بھی اسلامی اصولوں سے ہوتی ہے۔مثلاً انسانی معاشرت کا سنگِ بنیاد مرد وعورت کا تعلق ہے۔قرآن اسے رحمت ومودّت قرار دیتا ہے، رشتہ داروں کے تعلق کو بھی اسی انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ رحم کی تخلیق کے وقت اللہ تعالیٰ نے ایک وعدہ کیا جو باہمی اُنس کی نشاندہی کرتا ہے۔حدیث کے الفاظ ہیں:

''مَنْ وَصَلَ لِكِ وَصَلْتُهٗ وَ مَنْ قَطَعَ لِكِ قَطَعْتُهٗ۔ ''(۱۷)

ترجمہ:

جس نے تجھے جوڑا اس کو میں جوڑوں گا اور جس نے تجھے توڑا اس سے میں تعلق توڑ دوں گا۔

خاندان ہی پہلا معاشرتی ادارہ ہے اس لیے کہ اس کی بنیاد ہی صلہ رحمی ہے۔ پھر خلافِ ارضی کا تصور فطری رجحان اور ماحول کے تقاضوں کی عکاسی کرتا ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے اجتماعیت انسان کا فطری داعیہ ہے جسے اللہ پاک نے اس کی ذات میں ودیعت کیا ہے۔ قرآن مرد وعورت کے تعلق کی حکمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

''وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ

مَوَدَّةً وَّ رَحْمَةً۔ (۱۸)

ترجمہ:

یہ بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تم ہی میں سے تمہارے لیے بیویاں پیدا کیں تاکہ تمہارے لیے راحت اور تسکین کا سامان ہو اور تمہارے درمیان محبت اور شفقت پیدا ہو۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

"وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَراً فَجَعَلَہٗ نَسَباً وَّ صِھْراً "(۱۹)

ترجمہ:

اللہ وہ ذات ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا اور اسے نسب اور سسرال والا بنایا۔

نسب و سسرال رشتوں کا تذکرہ دراصل زوجین کے تعلق کی توسیع ہے اور خاندان کی بنیادی اکائی کا سنگِ بنیاد ہے۔ اس تعلق کی حیاتیاتی بنیاد تو واضح ہے۔ یہاں اس کے ذکر کا مقصد اجتماعی اساس کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے اور ایک طرح اخلاقی پہلو کو بھی واضح کرنا ہے۔

"وَعْبُدُ و اللّٰہ وَلَا تُشْرِ کُوْ بِہٖ شیاً وَّ بِاالْوَالِدَیْنِ اِحْسَاناً وَبِذِی الْقُرْبیٰ وَالْیَتَامیٰ وَالْمَسَاکِیْنَ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبیٰ وَالْجَارِ الْجَنبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وابْنِ السَّبِیلِ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ "(۲۰)

ترجمہ:

اور تم اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور اہلِ قرابت کے ساتھ بھی اور یتیموں کے ساتھ بھی اور پاس والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور ان کے ساتھ بھی جو تمہارے مالکانہ قبضہ میں ہے۔

اس آیت میں والدین، رشتہ دار، پڑوسی اور غلاموں کا ذکر خاندان کی وسعت اور اس کے استحکام کی طرف اشارہ ہے۔ خاندان کے ان عناصر کے ساتھ حسنِ سلوک اجتماعیت کا سنگِ بنیاد ہے۔

ضرورتِ اجتماعیت (احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں):

حضور نبی کریم ﷺ سے منقولہ احادیث پر غور کریں تو اجتماعیت کی ضرورت واضح ہو جاتی ہے۔

" عن عبدالرحمن بن عوف عن النبی ﷺ قال ، قال اللّٰہ تعالیٰ: اَنا

الرحمن، وھی الرحم ، وَشققت لھا اسما من اسمی فمن و صلھا و صلتہٗ ومن قطعھا بتہٗ "(۲۱)

ترجمہ:

عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ میں رحمان ہوں میں نے اپنے ناموں میں سے یہ نام پسند کیا ہے۔ جس نے اس صفت کو اپنایا میں اُسے اپنالوں گا اور جس نے اسے قطع کیا میں اسے رحمت سے الگ کردوں گا۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا۔

" فقال اللّٰہ تعالیٰ: من وصلک وصلتہٗ ومن قطعھا بتہٗ "(۲۲)

ترجمہ:

اللہ رب العزت نے فرمایا۔ جس نے تجھے اپنے ساتھ جوڑا میں بھی اس سے تعلق جوڑوں گا جس نے تجھ سے تعلق توڑا میں بھی اس سے تعلق توڑلوں گا۔

ساری مخلوق کے ساتھ انسان کے اس رح یمانہ فطری تعلق کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

" عن عبداللّٰہ بن عمرو قال : قال رسول اللّٰہ ﷺ الراحمون یرحمھم الرحمان ۔ ارحمومن فی الارض رحمکم من فی السمآء "(۲۳)

ترجمہ:

عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رحم کرنے والوں پر رحمان رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

نتیجہ:

اس فصل میں لفظِ معاشرہ کی بنیادی تعریف کے ساتھ ساتھ مفکرین معاشرت اور اسلامی تعلیمات تک معاشرہ کے مطالب و مفاہیم کو دیکھا گیا۔ اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جو بنیادی تصورات سے لے کر عملی راہنمائی بھی کرتا ہے اور اسلام ہی وہ پہلا اور آخری مذہب ہے جو معاشرہ کی بنیاد الہامی نقطہ نظر پر فراہم کرتا ہے۔

فصل دوم

پاکستانی معاشرہ کے اجزائے ترکیبی

تمہید:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ پاکستان ایک نظریاتی اسلامی مملکت ہے۔ جس کی بنیاد وہ نعرہ تھا جو تحریکِ پاکستان کے دنوں گلی گلی، کوچہ کوچہ مسلمانانِ برصغیر کی زبانوں پر تھا۔

پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ

بانی پاکستان قائدِاعظم محمد علی جناحؒ نے بھی بارہا اپنی تقاریر میں اس عزم کا اظہار کیا کہ پاکستان ایک نظریاتی اسلامی مملکت ہے اس سلسلہ میں ان کے ایک خطاب کا حصہ درج کیا جارہا ہے جو کہ انہوں نے شاہی دربار سبی میں فرمایا:

> ''میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اُسوۂ حسنہ پر چلنے میں ہے۔ جو ہمیں قانون عطا کرنے والے پیغمبرِ اسلام ﷺ نے ہمارے لیے بنایا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی جمہوریت کی بنیادیں صحیح معنوں میں اسلامی تصورات اور اصولوں پر رکھیں۔''(۲۴)

یہی وجہ ہے کہ جب اس نظریاتی، اسلامی مملکت کا آئین تشکیل دیا گیا تو اس میں بھی اس امر کا برملا ذکر کر دیا گیا کہ پاکستان ایک جمہوری اسلامی مملکتِ خداداد ہے۔ جس کو قراردادِ مقاصد کا نام دیا گیا ہے۔(۲۵)

پاکستانی ثقافت کی تعریف:

جہاں تک ثقافت کی تعریف کا تعلق ہے تو یہ تعریف ہر دور میں ارتقاء پذیر رہی اور آج تک مفکرین کسی ایک تعریف پر مجتمع نہیں ہو سکے۔ لہٰذا اس بحث میں الجھنے کی بجائے ڈاکٹر جمیل جالبی کی کتاب پاکستانی کلچر سے تعریف لینا

مناسب ہوگا جو کہ موضوع ھذا اسے مطابقت رکھتی ہے۔

''ثقافت اس کل کا نام ہے جس میں مذہب وعقائد، علوم اور اخلاقیات، معاملات اور معاشرت، فنون وہنر، رسم ورواج، افعال ارادی اور قانون، صرفِ اوقات اور وہ ساری عادتیں شامل ہیں جن کا انسان معاشرے کے ایک رکن کی حیثیت سے اکتساب کرتا ہے۔''(۲۶)

کسی قوم کی ثقافت اس کے ان عقائد، روایات، طور طریقوں اور رویوں پر مشتمل ہوتی ہے جو اس قوم کے کردار کو ظاہر کرتے ہیں۔ خواہ یہ عقائد اور رویے مذہبی ہوں، معاشرتی ہوں یا اخلاقی۔

الف۔ پاکستانی ثقافت کے خدوخال:

جیسا کہ گذشتہ سطور میں ذکر کیا گیا کہ پاکستان ایک نظریاتی، اسلامی اور کثیر الثقافتی مملکت ہے۔ اس کی ثقافت کے نمایاں خدوخال مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ مذہبی یگانگت:

پاکستانی ثقافت کی نمایاں خوبی اس کا مذہبی رنگ ہے۔ پاکستان کے ۹۶ فیصد لوگ مسلمان ہیں جنہیں اپنے مذہب سے گہرا لگاؤ ہے اور اس کے لیے وہ ہر وقت بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ دینِ اسلام ایک مضبوط کڑی ہے جو اپنے پیروکاروں کو بھائی چارے، محبت اور دوستی کے لازوال رشتوں میں منسلک کیے ہوئے ہے۔ اسلام نسلی برتری، ذات پات اور علاقائی غرور کی نفی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دینِ اسلام کے ماننے والے تمام لوگ باہمی میل جول اور رشتے ناطے قائم کرتے ہیں۔ پاکستان میں رہنے والی تمام اقلیتوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر طرح کی مراعات اور آزادی حاصل ہے۔(۲۷)

۲۔ مخلوط کلچر/ ثقافتی رنگارنگی:

پاکستانی معاشرے کی ثقافت ایک مخلوط ثقافت ہے۔ یعنی یہاں کے باشندوں میں ثقافتی رنگارنگی پائی جاتی ہے۔ دراوڑ، یونانی منگول، آریائی، ترک، ایرانی، عرب اور افغان سبھی نسلوں کے افراد پاکستان میں رہتے ہیں۔ ان کے رہن سہن، لباس اور خوراک وغیرہ پر نسلی اور علاقائی اثرات دیکھے جاتے ہیں۔ لیکن ان کی پہچان اسلام اور پاکستان کے حوالے سے ہی ہوتی ہے۔

۳۔مرداورعورت کی حیثیت:

پاکستانی معاشرے میں مردکوقرآنی حکم ہے۔

" الرجال قوامون علی النساء "(۲۸)

کے مطابق مرکزی حیثیت حاصل ہے۔وہ خاندان کا سربراہ ہوتا ہےاورخاندان کی کفالت کی ذمہ داری بھی اسی پرعائدہوتی ہے۔عورتوں کے مقابلہ مردوں کی تعلیم عموماً زیادہ ہے۔مردکوایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی اسلام اجازت فراہم کرتا ہے۔لیکن پاکستان میں زیادہ خاندانوں میں ایک بیوی کا ہی رواج ہے۔عورتوں کے حقوق وفرائض کا تعین اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کیا گیاہے۔

۴۔پاکستانی معاشرت:

پاکستانی معاشرت بنیادی طور پرسادہ اورحیادار ہے۔لوگ عام طور پرروایت پسند ہیں۔زیادہ تر لوگ مشترکہ خاندانی نظام کے تحت زندگی گزارتے ہیں۔بڑوں کا احترام اوربچوں سے پیارکیا جاتا ہے۔یعنی مغربی مما لک کی طرح عمر رسیدہ افرادکو بیکار بوجھ سمجھ کر خاندان سے الگ نہیں کر دیا جاتا۔پاکستان کی معیشت بنیادی طور پرزرعی ہےاورآبادی کا تقریباً 67.5 حصہ دیہاتوں میں رہتا ہےاور 32.5 فیصد لوگ شہری علاقوں میں آباد ہیں۔مہمان نوازی پاکستانیوں کی ایک معاشرتی عادت ہےاورمہمان کوعام طور پرخدا کی رحمت سمجھا جاتا ہےاور یہ خیال عام ہے کہ ہرشخص اپنارزق خود لے کرآتا ہے۔اس خیال کے پیشِ نظرمہمان کی عزت وتکریم ہمارے معاشرے کی ایک قدیم روایت ہے۔(۲۹)

ب۔تہذیبی اقدار:

اس سے قبل ثقافت اور پاکستانی ثقافت پرقدرے تفصیل سے بحث ہوچکی۔یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ تہذیب اورثقافت میں کیا فرق ہے؟

ا۔ثقافت وتہذیب میں فرق:

ایک قوم کے مستقبل کی صورتگری میں جوعوامل کارفرما ہوتے ہیں ان میں مذہبی عقیدے کی اپنی اہمیت ہے۔اسے ضابطہ اخلاق سے تعبیر کیا جا سکتا ہےلیکن یہ اس کے باقاعدہ نظام کا ایک جزو ہوگا جوفقط افراد کے اخلاق کو درست کرنے کا کام دیتا ہےاورانہیں ہم آہنگ بنانے کے لیےایک بنیادفراہم کرتا ہے۔اپنی ذات سے یہ اس قدر مکمل ہوتا ہے کہ مذہب معاشرت کے ملے جلے عوامل کواس میں جدانہیں کیا جاسکتا۔کبھی ایک قوم عظیم تہذیب کی مالک تو بن جاتی ہے

عظیم ثقافت کی اہل نہیں بنتی اور کبھی ایک قوم عظیم ثقافت کی حامل ہو جاتی ہے لیکن وہ کسی اونچے درجے کی تہذیب سے بے بہرہ رہتی ہے۔ روما کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایک عظیم تہذیب کا گہوارہ بنا رہا لیکن اعلیٰ ثقافت اسے نصیب نہیں ہوئی۔ فنون اور فلسفے میں اپنی تمام شہرت اور عظمت کے ساتھ روم میں تہذیب کا ارتقاء تو ہوا لیکن وہ بنیادی نظریہ ارتقاء سے محروم ہی رہا۔

مذہبِ اسلام۔ تہذیب وثقافت کا حسین امتزاج:

مذہب اسلام نے تہذیب وثقافت کو ایک دوسرے سے ہم آہنگ کر کے اس آویزش کو ختم کر دیا۔ اسلام کے نزدیک تہذیب کا اصل سرچشمہ اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید ہے جو مضطرب اور پریشان انسانیت کے لیے محبت اور امن کا پیغام بن کر نازل ہوا۔ سرکارِ رسالت مآب ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات اس کی ایک روشن علامت تھے۔ رحمت اللعالمین ان کی شان تھی۔ وہ بنی نوع انسان کے لیے محسنِ اعظم ہی نہیں ایک مذہبی پیشوا بھی تھے اور اس کے ساتھ ہی ایک ایسی ریاست کے مؤسس و بانی بھی تھے جو صحرائے عرب کی قلت سے ابھری اور مشرق و مغرب کی دور دراز سرحدوں تک پھیل گئی نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی وہ مرکزی نقطہ تھی جس کے گرد ایک نئی بنیاد پر ایک نئے طریقِ زندگی کی مملکت تعمیر ہوئی۔

" کنتم خیر امة اخرجت للناس قامرون باالمعروف و تهنون عن المنكر"(۳۰)

تم لوگ بہترین اُمت ہو جسے انسانیت کی بھلائی کے لیے کھڑا کیا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو۔

امر معروف اور نہی عن المنکر کا شاید یہی جذبہ تھا جس نے خانہ بدوش عربوں کی اکثریت کو معاشرے میں قضاوت کے عہدوں پر عزت بخشی۔ انہوں نے کتاب اللہ سے کسبِ فیض کیا جس نے انہیں بتا دیا کہ۔

" لاتنهو ولا تحزنو انتم الاعلون ان كنتهم مومنين۔" (۳۱)

نہ کمزوری دکھاؤ اور غم نہ کرو تم ہی غالب آؤ گے بشرطیکہ تم مومن رہے۔

۳۔ اسلامی تہذیب کے واضح خطوط:

جیسا کہ اس سے قبل تفصیلاً ذکر ہو چکا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان ایک نظریاتی اسلامی مملکت ہے لہٰذا یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ پاکستانی تہذیب وثقافت کی بنیاد دراصل اسلامی تہذیب وثقافت ہی ہے۔

آخر میں اسلامی تہذیب واقدار کے بنیادی خطوط اختصار سے بیان کیے جارہے ہیں۔

i۔توحیدِ باری تعالیٰ:

خدائے باری تعالیٰ کو واحد ماننے کا یہ اسلامی عقیدہ ہے جس سے روگردانی نہیں کی جاسکتی۔اسی عقیدے سے بنی نوع انسان کے درمیان اتحاد، شرف اور مساوات کا نظریہ پیدا ہوتا ہے۔

ii۔ٹھوس اور پائیدار امن کا قیام:

دنیا بھر میں ٹھوس اور پائیدار امن قائم کرنے کی یہ ایک ضمانت ہے اور اس کے ساتھ ہی ایسی سائنسی بنیادیں فراہم ہو جاتی ہیں جو قیام امن کے لیے مضبوط ثابت ہوں۔

iii۔تخلیقی اور تجزیاتی فکر:

اسی کے سبب ہر قسم کی عصبیت سے نجات ملتی ہے۔تجزیاتی اور تخلیقی فکر کو فروغ حاصل ہوتا ہے اور عام زندگی نیز اس گے گونا گو مسائل کی جانب معقول، تنقیدی اور متوازن رویہ اختیار کرنے کی ہدایت بھی ملتی ہے۔

iv۔فطری تنقیدی مشاہدہ:

مظاہرِ فطرت کا بغور مشاہدہ کرنے کی دعوت بھی یہیں سے ملتی ہے اور ان قوانین کو دریافت کرنے کی دعوت بھی ملتی ہے جن کے تحت وہ سرگرم عمل رہتے ہیں۔

v۔آزاد خیالی اور قوتیت:

یہ تصور ہی بذاتِ خود بڑا حرکی اور آزاد واقع ہوا ہے جو ازمنہ سابقہ کی تمام تہذیبوں کے تخلیقی عناصر کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ساتھ ہی مستقبل میں مزید ترقیوں کے روشن امکانات بھی فراہم کرتا ہے۔(۳۲)

نتیجہ:

بات جہاں سے شروع ہوئی تھی وہیں آ کر ختم ہوتی ہے کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے۔اس کی ثقافت اسلامی ہے۔اس کا تہذیب وتمدن وہی ہے جو ریاستِ مدینہ کا تھا۔یوں کہا جاسکتا ہے کہ اسلام دنیا کا پہلا اور آخری ایسا دین ہے جو اپنے ماننے والوں کو ایسی ثقافت اور تہذیب وتمدن عطا کرتا ہے جس کی بنیادیں خالصتاً الہامی ہیں۔

فصل سوم

پاکستان میں غیر مسلم اقلیات

تمہید

مردم شماری ہر ریاست کے لیے انتہائی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔انسان شماری کے ساتھ ساتھ ریاست کے ہر فرد کے بارے میں مختلف نوعیت کی تفصیلات کا اندراج بھی کیا جاتا ہے۔ ماضی کے اعداد وشمار کی روشنی میں حال و مستقبل کی منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔

لیکن پاکستان میں اقلیتوں کا حکومت کے ساتھ ہمیشہ تنازعہ اور مطالبہ ہی رہا ہے کہ ان کی ٹھیک تعداد کو ظاہر کیا جائے۔ پاکستانی اقلیتوں کے مطابق ۱۹۹۸ء کی مردم شماری کی رپورٹ کے مطابق ان کی جو تعداد ظاہر کی گئی ہے وہ حقیقت کے برعکس ہے۔(۳۳)

Paliamentary Committees of the Minority Affairs

کی ۲۰۰۸ء میں رپورٹ کے مطابق پاکستانی اکثریت و اقلیت کے جو اعداد و شمار ظاہر کیے گئے ہیں وہ بھی ۱۹۹۸ء کی مردم شماری پر ہی مبنی ہیں اور دوسری بڑی مشکل یہ ہے کہ اس رپورٹ میں، مسلم، مسیحیوں، ہندوؤں اور احمدیوں کی تفصیلات تو ملتی ہیں۔ جب کہ پاکستان کی دیگر غیر مسلم اقلیتیں، سکھ، بہائی، پارسیوں کے متعلق کوئی اعداد و شمار ظاہر نہیں کیے گئے جو کہ حکام کا غیر ذمہ دارانہ رویہ ہے۔

کسی بھی معاشرہ میں بسنے والے مذہبی یا لسانی گروہوں کی عددی طاقت کا اندازہ لگا کر پھر اس کے مطابق فلاح و بہبود کے اقدامات کیے بغیر کوئی بھی معاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہوسکتا۔لہٰذا انتظامیہ اور حکام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ پاکستانی اقلیتوں کے مطالبے کے مطابق مکمل ذمہ داری کے ساتھ ٹھیک تعداد معلوم کر کے ظاہر کرے۔

لہٰذا اس فصل میں جو اعداد وشمار گورنمنٹ آف پاکستان نے مسیحیوں، ہندوؤں اور احمدیوں کے ظاہر کیے ہیں وہی درج کیے جارہے ہیں۔اس کے علاوہ سکھ، بہائی اور پارسیوں کے اعداد وشمار کے متعلق مختلف Wikipedias سے جائزہ لیا گیا ہے۔

۱۹۹۸ء کی مردم شماری کے مطابق پاکستان کی کل آبادی تیرہ کروڑ تیئیس لاکھ باون ہزار دو سوناسی (132,352,279) ہے۔جب کہ مسلمانوں کی آبادی، بارہ کروڑ چوہتر لاکھ تینتیس ہزار چار سونو (127,433,409) ہے۔

اقلیتوں کی تعداد کا آگے چل کر ذکر کیا جائے گا۔

ا۔ مسیحی:

مسیحی پاکستان کی پہلی بڑی اقلیت ہیں ان کی تعداد تقریباً اٹھائیس لاکھ ہے ان میں سے آدھے پروٹسٹنٹ (Protestant) اور آدھے رومن کیتھولک (Roman Catholic) ہیں۔

مسیحی آبادی کی اکثریت پنجاب میں آباد ہے۔(۳۴)

تاریخی جائزہ:

پاکستان میں مسیحی برادری کے وجود کی ایک مکمل تاریخ ہے۔جس کو انتہائی اختصار سے ذکر کیا جارہا ہے۔

قیام پاکستان سے قبل ہی مسیحی برادری موجودہ پاکستان میں نہ صرف پھیل چکی تھی بلکہ اپنے مشن پر بھی کام کررہی تھی۔

لدھیانہ، سیالکوٹ، لاہور، پشاور، سندھ اور بلوچستان کے علاقوں میں ان کے متعدد مشن تعلیم، صحت اور عام لوگوں کی فلاح و بہبود کے دوسرے کاموں کا آغاز کر چکے تھے۔مسیحی مشن جہاں بھی گئے انہوں نے چرچ تعمیر کرنے کے ساتھ ساتھ تعلیمی ادارے، یتیم خانے، صحت کے مراکز اور کمیونٹی کی بنیاد پر چھوٹے چھوٹے گاؤں بھی تعمیر کیے۔یہ مشن ایک طرف پروٹسٹنٹ اور کیتھولک کلیسا سے تعلق رکھتے تھے تو اس کے ساتھ ساتھ وہ امریکن بریسٹیرین چرچ، چرچ آف سکاٹ لینڈ، اینگلیکن چرچ، میتھوڈسٹ چرچ، لوتھرن چرچ، مکتی فوج، آے آر پی چرچ اور دیگر کلیساؤں سے بھی وابستہ تھے۔(۳۵)

پنجاب میں ان کے مشن کا کام ۱۸۴۴ء سے شروع ہو چکا تھا لیکن لاہور میں اولین پیرش، انارکلی پیرش کی ابتداء ۱۸۴۷ء سے ہوئی۔جب فادر صاحبان نے واپس جانے کی بجائے یہیں ٹھہرنا شروع کر دیا۔(۳۶)

۱۸۱۳ء کا منٹو چارٹر مسیحی مبلغین کو ہندوستان میں تبلیغ کی آزادی دے چکا تھا۔ ہندوستان کے گورنر جنرل ولیم بینٹنک (۱۹۳۵ء۔۱۹۲۸ء) نے دختر کشی، انسانی قربانی اور ستی کی رسوم کو حکماً بند کر دیا تھا۔(۳۷)

کیتھولک چرچ نے ضلع شیخوپورہ میں مسیحی گاؤں آباد کرنے کے لیے اپنی کوششوں کا آغاز کیا۔۵ مارچ ۱۸۹۲ء کو بشپ

عمانوئیل نے ۱۱۶۲ ایکڑ اراضی خریدی جس میں مزید ۵۰۰ ایکڑ اراضی کا اضافہ ہوا۔ ۸ جنوری ۱۸۹۳ء کو نکی دھاوٗ کے گاؤں سے فادر اینگلبرٹ تین خاندانوں (دتو، لدھا اور رلدو) کے ہمراہ ۱۱۰ میل کی مسافت چھ دن میں طے کر کے ۱۴ جنوری بروز ہفتہ کوئی سرزمین پر وارد ہوئے۔ یہی ویرانہ آگے چل کر مریم آباد سے مشہور ہوا۔ (۳۸)

چنانچہ یہ سلسلہ یونہی جاری وساری رہا حتیٰ کہ قیامِ پاکستان کی تحریک شروع ہوگئی۔

قراردادِ لاہور (۱۹۴۰ء) مسیحی اقلیتیں:

۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ نے لاہور کے سالانہ اجلاس میں پاکستان کا مطالبہ پیش کیا۔

یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ اس علاقے کی مسیحی اقلیتوں نے بمبئی، مدارس اور گوا کے برعکس مسلم لیگ اور ان کے مطالبے کی حمایت کی۔ جن مسیحی نمائندوں نے لاہور کے اجلاس میں شرکت کی ان میں ستیا پرکاش سنگھا، سی ای گبن، آر اے گومز، ایس ایس البرٹ، فضل الٰہی، الفریڈ پرشاد، ایف ای چوہدری اور راجکماری امرت کور شامل تھے۔ (۳۹)

قائدِاعظم محمد علی جناح (جنہوں نے اپنے چودہ نکات میں صوبوں میں اقلیتوں کی موثر نمائندگی اور مکمل آزادی کے حق کو تسلیم کیا تھا) نے قراردادِ لاہور میں بھی اقلیتوں کے مسئلے کو نظر انداز نہیں کیا۔

قرارداد میں اقلیتوں کے بارے مندرجہ ذیل خوش کن الفاظ درج تھے۔

ان وحدتوں میں اور ان علاقوں میں اقلیتوں کے لیے ان کے مذہبی، ثقافتی، سیاسی، انتظامی اور دوسرے حقوق و مفاد کے لیے ان کے مشورے سے بقدرِ ضرورت موثر اور واجبُ التعمیل تحفظات ان کے اور دوسری اقلیتوں کے مذہبی، ثقافتی، اقتصادی، سیاسی، انتظامی اور دوسرے حقوق و مفادات کی حفاظت کے لیے ان کے مشورے سے معین طور پر دستور میں رکھے جائیں۔ (۴۰)

اِس طرح کی ملی جلی کیفیت بھی نظر آتی تھی کہ کہیں مسیحی رہنما کھل کر پاکستان کی حمایت کر رہے تھے اور کہیں پاکستان کی مخالفت بھی ہو رہی تھی۔

''ماسٹر تارا سنگھ جب پنجاب اسمبلی کی سیڑھیوں پر کرپان لہراتے ہوئے ''جو مانگے گا پاکستان اس ملے گا قبرستان'' کے نعرے لگا رہے تھے۔ اس وقت پنجاب کے مسیحی رہنما دیوان بہادر ایس پی سنگھا نے پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا۔ لالہ بھیم سین سچر اور گلزاری لال نندا نے مسیحی ارکان پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی اور ہندوستان میں بڑی بڑی وزارتیں اور عہدے دینے کا وعدہ کیا تا کہ وہ لاہور کی ہندوستان یا پاکستان میں شمولیت کے مسئلے پر اپنا ووٹ ہندوستان کے حق میں ڈالیں۔ (۴۱)

لیکن سرکردہ مسیحی قائدین کی طرف سے واضح طور پر پاکستان میں شمولیت کے حق میں ووٹ رہا۔

جولائی ۱۹۴۷ء کوایس پی سنگھا نے مسیحیوں کی طرف سے اس مضمون کے بیانات ریکارڈ کروائے کہ انہیں مسلمانوں کے ساتھ شمار کیا جائے۔ (۴۲)

تحریک پاکستان کے دوران ہی آل انڈیا مسلم لیگ اور انڈین کرسچن ایسوسی ایشن میں اتحاد ہو چکا تھا۔ مسلم لیگ نے کانگریس کے مقابلہ میں پاکستان میں اقلیتوں بالخصوص مسیحیوں کو زیادہ مراعات دینے کا معاہدہ کیا۔ اِس معاہدے کی رو سے انڈین کرسچن ایسوسی ایشن کے راہنماؤں اور اکابر نے تحریکِ پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مسلم لیگ کا شانہ بشانہ ساتھ دیا اور کانگریس کے مقابلہ میں مسلم لیگ کو ترجیح دی۔ (۴۳)

اسی تناظر اور ملی جلی کیفیت میں پاکستانی مسیحوں نے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو اپنے سفر کا آغاز کیا۔

۲۔ ہندو:

ہندو پاکستان کی دوسری بڑی اقلیت ہیں ۔ جن کی تعداد تقریباً چوبیس لاکھ ترتالیس ہزار چھ سو چودہ (24,43,614) ہے۔

ویکی پیڈیا پر ہندوؤں کی تعداد کے حوالے سے پاکستان کے تقریباً ہر بڑے شہر کے اعداد وشمار درج ہیں۔ ہندو آبادی کی اکثریت سندھ میں آباد ہے۔(۴۴)

تاریخی جائزہ:

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد ہندوستان کی اکثریت سمیت تمام اقلیتیں مٹھی بھر فرنگیوں کے زیر تسلط آ گئیں تھیں۔کم وبیش سو سال کا عرصہ برصغیر انگریزوں کے زیر تسلط رہا۔ یہ تمام عرصہ جہاں ہندو اکثریت نے جدوجہد آزادی میں اقدام کئے۔ وہاں برصغیر کی تمام اقلیتوں نے بھی برابر حصہ ڈالا۔ چونکہ مسلمان اس سے قبل برصغیر میں تقریباً ایک ہزار سال حکومت کر چکے تھے۔اب انگریزوں کے تسلط میں آتے ہی ہندوؤں نے اس ہزار سالہ شاندار ماضی کا مسلمانوں سے بدلہ لینا شروع کر دیا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہندو مسلم فسادات کے پیچھے فرنگی حکومت کا پورا پورا ہاتھ تھا۔

ہندوؤں کے اسی سرد رویے کی بدولت یہ خلیج بڑھتی گئی۔حتیٰ کہ مسلمانوں نے ایک الگ مملکت کا مطالبہ کر دیا۔

قیام پاکستان کے وقت Migration کے حالات یوں تھے کہ

تبادلہ آبادی کے نتیجہ میں پنجاب کے ہندو اور سکھ ہندوستان چلے گئے یا فسادات میں مارے گئے۔ باقی صوبہ سرحد اور بلوچستان میں ہندو اور سکھ جہاں تھے وہیں رہے۔ سندھ میں بھی صورتِ حال کم وبیش یہی رہی۔ سندھی ہندوستان جانے کا کوئی ارادہ نہ رکھتے تھے۔مشرقی بنگال میں تقسیم کے زخم پنجاب ہی کی طرح کاری تھے پھر بھی وہاں ہندوؤں کی بڑی تعداد نے پاکستان کو ہی اپنا وطن بنائے رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہاں کی ہندو اور بدھ آبادی نے ابتداء ہی میں نمایاں سیاسی کردار ادا کرنا شروع کر دیا۔ دراصل دستور ساز اسمبلی میں پاکستان کی پہلی اپوزیشن پارٹی پاکستان نیشنل کانگرس ہی تھی جس نے انڈین نیشنل کانگریس سے اپنا نام بدل کر پاکستان میں رہنے اور اپنا وطن بنائے رکھنے کو ترجیح دی۔ پاکستان دستور ساز اسمبلی کے ہندو ارکان پاکستان نیشنل کانگریس کے ممبر ہی تھے۔(۴۵)

۳۔احمدی:

احمدی (قادیانی) پاکستان کی تیسری بڑی اقلیت ہیں ۔جن کی تعداد تقریباً دو لاکھ چھیاسی ہزار دوسو بارہ (286,212) ہے۔[۴۶]

قادیانیوں کی زیادہ تعداد پنجاب (چناب نگر) میں آباد ہے۔

تاریخی جائزہ:

پاکستان میں جہاں اور بھی بہت سی غیر مسلم اقلیتیں ہیں وہاں ایک اقلیت احمدی بھی ہیں ۔ جو کہ اپنی ابتداء ہی سے انتہائی متنازع رہے ہیں اور پاکستانی تمام غیر مسلم اقلیتوں میں احمدی واحد اقلیت ہیں جو خود کو اقلیت تسلیم ہی نہیں کرتے بلکہ بزعمِ خود، خود کو اکثریت میں ہی شمار کرتے ہیں۔یہی وہ وجہ سے جو احسن معاشرتی برتاؤ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔

جماعتِ احمدیہ کا قیام ۱۸۸۹ء میں ہوا اور مرزا غلام احمد قادیانی اس کے بانی تھے۔

مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۳۵ء تا ۱۹۰۸ء)

مرزا غلام احمد قادیانی (جو کہ جماعتِ احمدیہ کے بانی تھے) ۱۴ شوال ۱۲۵۰ء بمطابق ۱۳ فروری ۱۹۳۵ء بروز جمعہ، تحصیل قادیان ضلع گرداس پور میں پیدا ہوئے۔ان کا نسب مرزا غلام احمد قادیانی ولد غلام مرتضٰی ولد عطا محمد ولد گل محمد خان سے جانا جاتا ہے۔ یہ خاندان سمرقند سے ہندوستان میں آ کر آباد ہوا تھا۔[۴۷]

مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے نظریات کے متعلق آج تک بہت تحقیق ہو چکی ہے اور بہت کچھ لکھا بھی جا چکا ہے۔ یہاں ان کے ان نظریات کا مختصراً ذکر کیا جا رہا ہے جو شعائرِ اسلام کے منافی تھے اور ابتداء ہی سے تمام مکاتبِ فکر کی طرف سے ان کو ان دعووں کی رو سے خارج از اسلام قرار دیا گیا۔وہ دعوے اور نظریات مندرجہ ذیل ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی ذات کے متعلق بالترتیب ۹ دعوے کیے۔

۱۔ میں مصلح و مجدد ہوں

۲۔ میں امام مہدی ہوں

۳۔ میں مثیلِ مسیح ہوں

۴۔ میں مسیحِ موعود ہوں (مسیحِ موسوی اور مسیحِ محمدی)

۵۔ مجھے حضرتِ مسیح علیہ السلام پر بھی فضیلت حاصل ہے۔

٦۔ دعوائے نبوت ورسالت (صراحتاً)

۷۔ ظلی و بروزی محمد مصطفیٰ ﷺ۔

۸۔ میں عینِ محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں۔

۹۔ مجھے محمد مصطفیٰ ﷺ پر بھی فضیلت حاصل ہے۔(۴۸)

اتنے خطرناک دعوے فقط دعوے ہی نہیں تھے بلکہ حضرت امام مہدی علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سب سے بڑھ کر حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ بابرکات پر تابڑ توڑ حملے بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان دعوؤں کے ابتدائی ایام ہی سے علمائے اسلام کی طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی کو ملحد و کاذب قرار دے دیا گیا۔

قیامِ پاکستان اور احمدیت:

قیام پاکستان سے بہت عرصہ قبل احمدیوں کو ان کے کفریہ عقائد کی بنا پر غیر مسلم قرار دیا جا چکا تھا لیکن پاکستان ایک نئی ریاست تھی ایسی ریاست جس کی بنیاد اسلام پر رکھی گئی تھی اس نوزائیدہ اسلامی ریاست میں قادیانیوں کے متعلق الگ سے کوئی قانون نہیں تھا قادیانیوں کے غیر مسلم ہونے پر قانون ۱۹۷۴ء میں بنا مگر اس کی بنیاد خود انہی کا عقیدہ رکھنے والے وفاقی وزیر سر ظفر اللہ خان نے بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ کے جنازے کا علی الاعلان بائیکاٹ کر کے رکھ دی تھی۔ وزیرِ موصوف نے نہ صرف جنازہ پڑھنے سے انکار کیا بلکہ ایک جاندار بیان بھی داغ ڈالا۔ جب سر ظفر اللہ خان سے جنازہ نہ پڑھنے کی وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے جواب دیا۔

مجھے اسلامی ریاست کا ایک غیر مسلم شہری سمجھ لیں یا غیر مسلم ریاست کا مسلم شہری۔

سر ظفر اللہ خان کا یہ بیان جہاں بہت خطرناک تھا وہاں احمدیت کے عقائد کے بیڑے میں پہلا سوراخ بھی ثابت ہوا۔ کیوں کہ احمدیوں کے عقیدے اور بذاتِ خود مرزا غلام احمد قادیانی کے عقیدے کے مطابق جو میری پیروی نہیں کرے گا اور میری جماعت میں داخل نہیں ہوگا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔(۴۹)

انہی عقائد کی روشنی میں سر ظفر اللہ خان (جو کہ قائدِاعظم محمد علی جناحؒ کو غیر مسلم سمجھتے تھے) نے قائدِاعظم کا جنازہ نہ پڑھا اور قادیانیوں کے آئینی غیر مسلم ہونے کی بنیاد رکھ دی۔

۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کے فسادات:

قیام پاکستان کے بعد پہلی مرتبہ احمدیوں کا مسئلہ ۱۹۵۳ء میں شدت سے اٹھا لیکن اسے طاقت کے بل پر دبا دیا

گیا۔ دوبارہ یہ مسئلہ اس وقت اٹھا جب جون ۱۹۷۴ء میں ربوہ اسٹیشن پر ایک تصادم کے بعد احمدیوں کو غیر مسلم اور اقلیت قرار دینے کا مطالبہ زور پکڑ گیا۔

یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب نشتر کالج ملتان کے ۵۰ طلباء ربوہ ریلوے اسٹیشن پر رکے تو احمدیوں نے اسلحہ ہتھیار لے کر ان پر حملہ کر دیا۔ جو کہ زخمی ہو گئے جن میں سے ۱۳ کی حالت انتہائی تشویشناک حد تک خراب ہو گئی۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ احمدیوں نے باقاعدہ Armed froces تشکیل دی ہوئی تھیں جن کے اسرائیلی حکام سے روابط کے ثبوت ملتے تھے۔ (۵۰)

اس کے علاوہ اور بھی بہت وجوہ کی بناء پر علمائے اسلام اور عوام الناس کے مطالبے پر قومی اسمبلی نے ایک متفقہ مطالبہ تسلیم کر لیا۔

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء (قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ):

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ آیا۔ جس کے تحت قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔

اس وقت کے وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو نے اسمبلی میں اسے پورے ایوان کا متفقہ فیصلہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ

> ''آج کے روز جو فیصلہ ہوا ہے یہ ایک قومی فیصلہ ہے۔ یہ پاکستان کی عوام کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ پاکستان کے مسلمانوں کے ارادے، خواہشات اور ان کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ فقط حکومت ہی اس فیصلے کی تحسین کی مستحق قرار پائے اور نہ ہی میں چاہتا ہوں کہ کوئی ایک فرد اس فیصلے کی تحسین وتعریف کا حقدار رہے۔ میرا کہنا یہ ہے کہ یہ مشکل فیصلہ، بلکہ میری ناچیز رائے میں کئی پہلوؤں سے نہایت ہی مشکل فیصلہ جمہوری اداروں اور جمہوری حکومت کے بغیر نہیں کیا جا سکتا تھا۔''(۵۱)

ذوالفقار علی بھٹو نے اپنی تقریر میں یہ بھی بتایا کہ اسمبلی کے اجلاس تین ماہ سے اس مسئلہ کی پیچیدگی کی وجہ سے خفیہ بنیادوں پر ہوتے رہے جس میں احمدیوں کے علماء نے بھی شرکت کی۔ اس پر قومی اسمبلی کی کمیٹی کے ساتھ احمدی عالم مرزا ناصر احمد کی جرح ہوئی اور ان سے ایک یہ سوال بھی کیا گیا کہ جو لوگ آپ کے عقائد سے متفق نہیں ہیں آپ کا ان کے بارے میں کیا خیال ہے۔ مرزا ناصر احمد نے جواب دیا کہ وہ کافر ہیں۔ اس کے جواب میں پھر کمیٹی کے ارکان نے کہا کہ آپ ہمیں کافر سمجھتے ہیں تو ہم بھی آپ کو کافر سمجھتے ہیں۔ (۵۲)

سر ظفر اللہ خان کا قائداعظم کا جنازہ نہ پڑھنے کے بعد کا بیان اور مرزا ناصر احمد کا یہ جواب دونوں ایک ابتداء اور انتہا کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یوں کہنا مناسب ہوگا احمدیوں کو غیر مسلم قرار دلوانے میں ظفر اللہ خان نے ابتداء کی اور مرزا ناصر احمد نے انتہا کر دی۔

۱۹۸۴ء کا آرڈیننس (احمدیوں کے لیے اسلامی شعار کی ممانعت)

۱۹۷۴ء میں احمدی باقاعدہ پاکستان کی غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جا چکے تھے۔

لیکن احمدیوں نے حکومتِ پاکستان کے اس فیصلے کا صرف انکار ہی نہیں کیا بلکہ کھلے بندوں اس کی مخالف بھی جاری رکھی۔ جس کے تحت ایک اور مسئلہ وجود میں آیا کہ کیا احمدی اسلامی شعار، کلمہ طیبہ، اسلام کا نام اور مساجد میں اذان کا استعمال کر سکتے ہیں کہ نہیں؟

کیوں کہ احمدیوں نے ۱۹۷۴ء کے اسمبلی کے فیصلے کو ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ خود کو نہ صرف مسلمان سمجھتے تھے بلکہ اسلامی شعار کا بھی کھلے بندوں استعمال کرتے تھے۔

آخر کار ۱۹۸۴ء میں ایک آرڈیننس کے ذریعے احمدیوں کے اسلامی شعائر استعمال کرنے پر پابندی لگا دی گئی۔(۵۳)

مگر اس آرڈیننس کو بھی احمدیوں کی طرف سے تسلیم نہیں کیا گیا۔

نتیجہ:

اس میں کوئی دورائے نہیں ہے کہ احمدی غیر مسلم ہیں۔ نہ صرف قومی اسمبلی آف پاکستان بلکہ شریعت کورٹ کا بھی اس پر صراحتاً فیصلہ موجود ہے مگر احمدیوں نے ہمیشہ اس حقیقت کا انکار کیا اور خود کو ہمیشہ مسلمان ہی گردانا یہی امر مسلمانوں اور احمدیوں کے مابین متنازع رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک احمدی قومی دھارے میں شامل نہیں ہو سکے۔

پاکستانی معاشرہ میں جہاں دیگر غیر مسلم اقلیتیں آباد ہیں اور مسلمانوں اور ان تمام غیر مسلم اقلیتوں کے درمیان امن و آتشنی کی فضاء قائم ہے وہاں احمدیوں کے ساتھ کیوں نہیں ہو سکتی؟ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ احمدی خود کو غیر مسلم اقلیت تسلیم کر کے قومی دھارے میں شامل ہو جائیں اور جیسے دیگر غیر مسلم اقلیتیں مراعات سے فائدہ اٹھا رہی ہیں وہاں یہ بھی اٹھا سکتے ہیں۔

احمدی طبقہ نے مردم شماری کا بھی بائیکاٹ کیا ہوا ہے جس کی وجہ سے ان کی آج تک ٹھیک تعداد معلوم نہیں ہو سکی

یہی وجہ ہے کہ احمدی طبقہ کی اقلیتوں کے لیے قومی وصوبائی اسمبلی کی نشستیں بھی خالی رہ جاتی ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے وقت کی نزاکت کو سمجھا جائے اور اس متنازع پہلو کا پرامن حل نکالا جائے تاکہ وطنِ عزیز دن دگنی رات چگنی ترقی کر سکے۔

۴۔ بہائی:

ویکی پیڈیا کے تحت بہائی پاکستان کی کل آبادی کا 0.1% ہیں۔ جو کہ اناسی ہزار (۷۹۰۰۰) افراد ہیں۔ (۵۴)
اس طرح بہائی پاکستان کی چوتھی بڑی اقلیت ہیں۔

تاریخی جائزہ:

دوسری اقلیتوں کی طرح بہائی بھی پاکستان کی ایک اہم مذہبی اقلیت ہیں۔ انیسویں صدی میں ایران میں بہائیت کا ظہور بھی ہوا۔ ارتقاء اور تکمیل بھی۔

بہائیت اسلام کا کوئی فرقہ نہیں بلکہ ایک الگ مذہب ہے اور اس کے ماننے والے سمجھتے ہیں کہ یہ مذہب قانونِ ارتقاء کا ایک طبعی نتیجہ ہے۔ جو کہ بعد میں آتا ہے اور پہلے سے افضل ہوتا ہے اسی لیے وہ اپنے مذہب کو دیگر مذاہب کے مقابلے میں برتر قرار دیتے ہیں۔ بہائی بحیثیت ایرانی اقلیت اپنے آغاز سے ہی ہمیشہ ظلم کا شکار رہے ہیں ان کے اعلیٰ مذہبی رہنماؤں کو قتل کیا گیا لیکن انیسویں صدی میں ہی بہائیوں کی ہندوستان میں آمد کے بعد اس کے پیروکاروں کو ایک خاموش زندگی بسر کرنے کا موقع ملا۔ علی محمد باب، بہاراللہ عبدالبہا اس مذہب کے اہم ترین رہنما ہیں۔ (۵۵)

شیخ سعید ہندی پہلے ہندوستانی ہیں جنہیں پورے ہندوستان کا دورہ کرنے اور بہائی تعلیمات کی نشرواشاعت کے لیے نامزد کیا گیا۔ اپنے سفر کے دوران وہ ملتان بھی گئے جہاں ان کی ملاقات سید بصیر سے ہوئی۔ (۵۶)

شیخ سعید ہندی کے بعد ایک اور ایرانی عالم جمال آفندی نے بہاء اللہ کی خواہش پر ہندوستان کا دورہ کیا۔ وہ ۷۳۔۱۸۷۲ء میں بمبئی آئے، اگرچہ بہائی عقیدے سے تعلق رکھنے والے بعض تاجر پہلے سے وہاں پہنچ کر اپنا کاروبار جما چکے تھے لیکن انہیں بہائیت کے فروغ کے لیے مرکز سے ہدایت نہیں ملی تھی۔ بہرحال یہ تاجر اس مقصد کے لیے مددومعاون ضرور ثابت ہوئے۔ بمبئی کی ایک ایسی ہی فرم ''حاجی مرزا اسد محمود کمپنی'' نے جمال آفندی کو ''حسینہ کیسٹ ہاؤس'' میں ٹھہرایا جسے لکھنؤ کے بابر علی نے تعمیر کیا تھا۔ (۵۷)

۱۸۷۶ء میں جمال آفندی دہلی آئے اور آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند سرسوتی سے ملے۔ ۱۸۸۶ء میں بہااللہ نے جمال آفندی کو ایران سے ہندوستان بلوایا ان کے ہمراہ مرزا فرج اللہ تفریشی بھی تھے۔ اس بار وہ لاہور بھی آئے جہاں انہوں نے بہائی تعلیمات کو عام کرنے میں نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔ کراچی کے علاوہ بمبئی، پونہ اور کلکتہ میں بہائیت کے روحانی اجتماع منعقد کیے جانے لگے۔ یوں بیسویں صدی کے آتے آتے سندھ، پنجاب اور پاکستان کے دوسرے علاقوں میں بہائیت نے کافی وسعت حاصل کر لی۔ (۵۸)

اسی طرح قیامِ پاکستان تک بہائی، یہاں موجود رہے۔

قیامِ پاکستان کے وقت پارسی، بہائی بدھ اور جین مت کے پیروکاروں کی تعداد اتنی کم تھی کہ بحیثیت اقلیت فوری طور پر ان کا کوئی مسئلہ ہی سامنے نہ آسکا۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان میں ہندو اور سکھ جہاں تھے وہیں رہے۔ اسی طرح مسیحیوں پارسیوں اور بہائیوں نے بھی حکومتِ پاکستان کے اس اعلان پر اعتبار کیا کہ پاکستان میں اقلیتوں کو مکمل تحفظ دیا جائے گا اور ان کے حقوق پامال نہیں ہونے دیے جائیں گے۔ (۵۹)

۵۔سکھ:

ویکی پیڈیا کے تحت ۲۰۰۵ء کے اعداد وشمار کے مطابق سکھوں کی تعداد پاکستان میں تقریباً بیس ہزار (۲۰،۰۰۰) ہے۔ (۶۰)

اس طرح سکھ پاکستان کی پانچویں بڑی اقلیت ہیں۔

پسِ منظر:

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا کہ تحریکِ آزادیٔ ہند میں برصغیر کے تمام افراد یکساں طور پر جدوجہد کر رہے تھے۔ اسی طرح سکھوں نے بھی اہم کردار ادا کیا مگر جہاں تک مسلمانانِ ہند سے رویے کا سوال ہے تو سکھوں کا رویہ بھی ہندوؤں سے مختلف نہ تھا۔

قیامِ پاکستان کے وقت اقلیتوں کے مستقبل کا سوال پیدا ہوا۔ پاکستان میں کئی اقلیتیں تھیں لیکن دو اقلیتیں بے حد اہم تھیں۔ سکھ اور مسیحی۔ سکھ کا مسئلہ زیادہ اُلجھا ہوا تھا کیوں کہ وہ مسلمانوں کی طرح اپنے لیے الگ وطن کا مطالبہ کر رہے تھے۔ سکھ اکالی رہنما ماسٹر تارا سنگھ نے ۱۹۴۷ء کے اوائل میں تیج بہادر سپرو کو جو یادداشت پیش کی۔ اس میں انہوں نے صاف صاف الفاظ میں کہا کہ

ہندو قوم ہندی راج چاہتی ہے۔ مسلمان مسلم راج کی وکالت کر رہے ہیں۔ سکھوں کے لیے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں رہ جاتا کہ ہم سکھ راج کو اپنا نصب العین بنالیں۔ کیوں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی موجودہ صورتِ حال میں ہم اس کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ (۶۱)

۱۶ اپریل ۱۹۴۷ء کو شرومنی اکالی دل نے ایک قرارداد منظور کی جس میں کہا گیا تھا کہ۔

شرومنی اکالی دل مطالبہ کرتی ہے کہ جون ۱۹۴۸ء میں ہندوستانیوں کو اقتدار منتقل کرنے سے پہلے دو صوبوں میں پنجاب کو تقسیم کر دیا جائے۔ (۶۲)

ایک انگریز افسر سر پینڈرل مون، سکھوں کو تحفظ دینے کے لیے بیک وقت دو منصوبوں پر کام کر رہا تھا۔

ایک، سکھ اکثریتی علاقوں کی تشکیل اور دوسری سکھوں کی پاکستان میں شمولیت، سکھ اکثریتی علاقوں کی تشکیل کے لیے ایک اور ضروری امر یہ تھا کہ گڑگاؤں، رہتک، حصار اور کرنال کے اضلاع کو جہاں آبادی کی اکثریت تھی، مشرقی پنجاب سے الگ کر کے ایک تیسرا صوبہ ہریانہ بنا دیا جائے۔ (۶۳)

آخر کار بات یہاں ختم ہوئی۔ ماسٹر تارا سنگھ اور دوسرے اکالی رہنماؤں کا اصرار تھا کہ پاکستان کے اندر رہتے ہوئے مجوزہ سکھ ریاست کو مکمل آزادی کا حق حاصل ہونا چاہیے۔ قائداعظم نے یہ تجویز ماننے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا مذاکرات ناکام ہو گئے اور سکھوں نے ہندوستان میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔

یہی وجہ ہے کہ پنجاب میں دوسرے صوبوں کی نسبت سکھوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ زیادہ تر سکھ پاکستان کے صوبہ خیبر پختون خواہ میں مقیم ہیں۔

٦۔ پارسی:

پارسیوں کی ٹھیک تعداد کا علم ممکن نہیں البتہ مختلف جگہوں پر مختلف تعداد ملتی ہے۔
ویکی پیڈیا کے تحت پاکستان میں پارسیوں کی تعداد تین ہزار (۳،۰۰۰) ہے۔(۶۴)
جبکہ ولڈ مارک انسائیکلوپیڈیا اینڈ کلچر میں پارسیوں کی تعداد پانچ ہزار (۵،۰۰۰) درج کی ہے۔(۶۵)
اور ان کی اکثریت کراچی میں آباد ہے۔ اس طرح پارسی پاکستان کی چھٹی بڑی اقلیت شمار ہوتے ہیں۔

پسِ منظر:

پارسی انیسویں صدی میں نمایاں ہونے والی ایک اور مذہبی اقلیت تھی۔ ''پارسی تیرا نام سخاوت ہے'' یہ بیان پارسیوں کے بارے میں سننے میں آتا ہے۔ ایک اور پارسی مقولے کے مطابق انسان اپنے ملک سے جو کچھ حاصل کرتا ہے اس سے زیادہ اسے ملک کو واپس کرنا چاہیے۔

اردشیر کاوس جی کے لفظوں میں ان کا پڑنانا برمز جی جمشید جی رستم جی کا عقیدہ تھا کہ۔

متمول افراد کا فرض ہے کہ وہ اپنے غریب بھائیوں کا خیال رکھیں۔ وہ جانتے تھے کہ ترقی اور خوشحالی کے لیے تعلیم بہت ضروری ہے۔ وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ بین الاقوامی زبان کے طور پر انگریزی زبان سیکھنا بہت ضروری ہے۔ وہ میونسپل کونسل کے رکن بھی رہے اور بورڈ آف کراچی پورٹ کی نمائندگی بھی کی۔(۶۶)

دادا بھائی نوروجی اور ان کے قریبی ساتھی۔ بہرام جی مالاباری، سہراب جی شاہپور جی بنگالی اور کے آر کاما نے تعلیم اور سماجی اصلاح کے دوسرے شعبوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔(۶۷)

سندھ کے پارسیوں میں ایڈلجی ڈنشا جی کی سماجی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ ۸ مئی ۱۹۱۴ء کو جب ان کا انتقال ہوا تو سماجی طور پر پسماندہ اور محروم طبقات کا ایک دوست دنیا سے اٹھ گیا۔ انہوں نے بے گھروں کے لیے گھر، بیماروں کے لیے ہسپتال اور شفاخانے اور یتیم بچوں کے لیے تعلیمی ادارے بنائے۔

صحت اور طبی امداد کے میدان میں ایڈلجی ڈنشا کی خدمات کا اندازہ صرف ایک مثال سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۸۵۵ء میں واشرائے لارڈ ڈمزن کی بیوی لیڈی ڈمزن نے ہندوستان میں عورتوں کے علاج کے لیے ملک کے مختلف حصوں میں ہسپتال کھولنے کے لیے چندہ کی اپیل کی تو پورے سندھ سے صرف پندرہ ہزار روپے جمع ہوئے پانچ ہزار روپے لیڈی ڈمزن نے اپنی جیب سے ادا کر دیئے۔ لیکن پندرہ ہزار روپے سے ہسپتال تعمیر نہیں ہوسکتا تھا۔ ایڈلجی ڈنشا اس مشکل گھڑی میں آگے آئے اور ۵۰ ہزار روپے کا عطیہ دیا۔ یہ رقم بھی کم پڑی تو انہوں نے ۳۵ ہزار روپے مزید ادا کر کے ہسپتال کی تعمیر مکمل کروائی۔ یہی نہیں انہوں

نے اوران کے خاندان نے صحت کے شعبے خصوصاً کوڑھیوں کی دیکھ بھال کے لیے دل و جان سے مدد کی۔(۶۸)

الغرض قیام پاکستان کے وقت تک پارسی خاندان موجودہ پاکستان میں آباد تھے خصوصاً کراچی پارسیوں کا تب سے آج تک مرکز ہے۔

قیام پاکستان کے دن تک پارسی اقلیت نے پاکستان سے ہجرت نہیں کی اور آج بھی وہ پاکستان کا حصہ ہیں۔

خلاصہ:

اس فصل میں پاکستان کی تمام اقلیتوں کی نہ صرف تعداد کا بلکہ ان کی تاریخ کا بھی جائزہ لیا گیا۔تاکہ آئندہ جب اقلیتوں کے حقوق کی بات کی جائے گی اس سے قبل ہر اقلیت کا قیام پاکستان سے قبل تک کے حالات کا جائزہ لے لیا جائے۔

حوالہ جات

۱۔ خالدعلوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، لاہور، الفیصل ناشران وتاجران، ۲۰۰۹ء، ص ۸

۲۔ محسن، شمس الرحمٰن، شاہ ولی اللہ کے عمرانی نظریے، لاہور، سندھ ساگرا کیڈمی، ۱۹۹۹ء، ص ۷۹ تا ۸۰

۳۔ عطار، احمد عبدالغفور، الصحاح تاج اللغة العربيه و صحا العربيه، بیروت، دارالعلم للملائیین ۲/ ۷۴۷

۴۔ الزاوی، الطاہر احمد، ترتیب القاموس المحیط، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۹۷۹ء، ۳/ ۲۳۱

۵۔ الزبیدی، محمد مرتضیٰ، تاج العروس من جواہر القاموس، بیروت، منشورات مکتبۃ الحیات، س:ن، ۳/ ۴۰۳

6. The New Oxford Illustrated dictionary, Oxford, Oxford university + Bay Books, Sunday, 1978, P.1602

7. The Oxford English Dictionary, V:IX , Oxford, clarendon press, 1933, P.359

۸۔ فیروز سنز اردو انگلش ڈکشنری، لاہور، فیروز سنز، س:ن، ص ۱۱۹

۹۔ المنجد عربی اردو ڈکشنری، کراچی، دارالاشاعت، ۱۹۹۴ء، ص ۵۵۴

۱۰۔ فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات (اردو جامع نیا ایڈیشن)، لاہور، فیروز سنز، س:ن، ص ۱۲۶۰

11. Hobbes, Laviathan, Cambridge Medieval history, Cambridge University press London, Chap: 13, P.172

12. Coles G.D.H, Introduction to the social contract and courses by jaecques Rousseau, London, 1913, P.18

۱۳۔ ابن خلدون: عبدالرحمٰن، المقدمہ، بیروت، دارالکتاب اللبنانی، ۱۹۶۱ء، فصل فی العمران البشری، ص ۴۰

۱۴۔ شاہ ولی اللہ، حجة اللّٰه البالغه، کراچی، دارالاشاعت، س:ن، ص ۶۱۳

۱۵۔ غزالی، محمد بن محمد، امام، احیا العلوم، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، س:ن، ص ۲۶۵

۱۶۔ ابنِ خلدون، عبدالرحمٰن، المقدمہ، فصل فی العمران البشری، ص ۴۱

۱۷۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ریاض، دارالسلام، اپریل ۱۹۹۹ء، باب: من وصل وصله اللّٰه، حدیث ۵۹۸۸

۱۸۔ الروم ۲۱

۱۹۔ الفرقان ۵۴

۲۰۔ النساء ۳۶

۲۱۔ ابوداؤد،سلیمان بن اشعث،امام، سنن، کتاب الزکاۃ، باب:صلۃ الرحم،حدیث۱۶۹۴

۲۲۔ الترمذی،ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، الجامع الصحیح، ابواب البر، باب:ماجآء فی قطیعۃ الرحم،حدیث۱۹۰۷

۲۳۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، حدیث۸۸۵

۲۴۔ جعفری، رئیس احمد، خطبات قائدِاعظم، لاہور، مقبول اکیڈمی، س،ن،ص۵۸۱

۲۵۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، اسلام آباد۱۰اپریل۱۹۷۳ء،ص۱

۲۶۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، پاکستانی کلچر، راولپنڈی، محمود برادرز پرنٹرز،۲۰۰۸ء،ص۴۲

۲۷۔ رزاقی، شاہد حسین، پاکستانی مسلمانوں کے رسم ورواج، لاہور، ادارہ ثقافتِ اسلامی،۱۹۸۱ء،ص۲۱

۲۸۔ سورۃ النساء،۳۳

۲۹۔ عارفہ فرید، پاکستانی کلچر کی روایات، کراچی، رائل بک کمپنی،۱۹۹۳ء،ص۴۲تا۴۳

۳۰۔ سورہ آل عمران:۱۱۰

۳۱۔ آل عمران:۱۴۰

۳۲۔ سید فیضی، پاکستان ایک تہذیبی وحدت، لاہور، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی،۱۹۷۷ء،ص۲۰تا۲۱

33. Human Rights commission of Pakistan, Life at Risk (Report), Lahore, April 2011.

34. http://en.wikipedia.orglwiki/Pakistan/christian,dated 7-6-2012

۳۵۔ احمد سلیم، پاکستان اور اقلیتیں، کراچی، مکتبہ دانیال،۱۹۹۹ء،ص۴۶

۳۶۔ عنایت برناڈ، فادر، پنجاب میں مسیحیت، سادھو کے گوجرانوالہ، مکتبہ عناویم پاکستان،۱۹۹۷ء،ص۱۹

۳۷۔ داس، ایس کے، تاریخ کلیسائے پاکستان، لاہور، جے ایس پبلیکیشنز،۱۹۹۶ء،ص۸۹

۳۸۔ ارشد جوزف، فادر، مریم آباد یادوں کے سو سال، کراچی، مکتبہ عناویم،۱۹۹۶ء،ص۳۷۔۳۶

۳۹۔ فرانسس ندیم، فادر، یہ دیس ہمارا ہے، لاہور، ہم آہنگ پبلی کیشنز،۱۹۷۹ء،ص۵۹

40. Mitra, H.N, The Indian Annual Register, 1919-1947, vol.1940-2 New Delhi, P.321

۴۱۔ جوزف پرشاد، پاک وہند کی تحریک آزادی، مسیحیوں اور دیگر اقلیتوں کا کردار، روزنامہ پاکستان،۲۱ستمبر،۱۹۹۷ء،ص۹۵

۴۲۔ کے۔آر،ضیاء، تحریک پاکستان میں مسیحیوں کا کردار، لاہور، ماہنامہ کاریتاس، اگست۱۹۹۷ء،ص۳۶

۴۳۔ فرانسس ندیم، فادر، یہ دیس ہمارا ہے، ص۶۰

44. http://en.wikipedia.org/wiki/Hinduism-in-Pakistan#cite-note-4,dated 7-7-2012

۴۵۔ احمد سلیم، پاکستان اور اقلیتیں، ص۹۳-۹۲

46. Paliamentary Committees on Minority Affairs Pakistan, Policy Resource Guid, Islamabad, July 2008, P.5

47. http://en.wikipedia.org/wiki/Mirza-Gulam-Ahmad,dated 7-8-2012

۴۸۔ الیاس اعظمی، پروفیسر، مطالعہ احمدیت اور دعوتِ انصاف، لاہور، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، جولائی ۲۰۰۶ء، ص ۲۸۸

۴۹۔ ایضاً، ص ۲۹۱

۵۰۔ روزنامہ جسارت، کراچی، ادارہ روزنامہ جسارت، ۳۱ مئی ۱۹۷۴ء، ص ۱

روزنامہ پاکستان ٹائمز، راولپنڈی، ادارہ روزنامہ پاکستان ٹائمز، ۲۸ جون ۱۹۷۴ء، ص ۲

۵۱۔ وزارتِ اطلاعات و نشریات، ختم نبوت پر قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ، اسلام آباد، ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء ص ۸-۷

۵۲۔ ایضاً، ص ۱۲

53. The constitution of the Islamic Republic of Pakistan, Isalamabad, Act Govt. of Pakistan, 1974 , Clauses (2) , (3) and (4) , P.1

54.http://en.wikipedia.org/wiki/Religion-in-Pakistan#cite-not-WCE-05-17,dated 17-6-2012

55. The Encyclopedia of Islam, vol.1, London, A-B Publications, 1960, P.835

56. Dr. Hira Lal Chopra, Baha'ism in India, in the Punjab past and present, vol.X1, Calcutta, Calcutta University, April 1976, P.85-86

57. ibid, P.88-89

58. ibid, P.92

۵۹۔ احمد سلیم، پاکستان اور اقلیتیں، صفحات ۴۱-۴۰

60. en.wikipedia.org/wiki/Religion-in-Pakistan#cite-note-state-8

61. Sapru papers S.280, volume 25, Calcutta, National Library, 1947, P.8

62. Dy No.1497 GG dated 23-4-1947, File MD-120, India office Library, London, P.20

63. Mansergh, N.and Moon, Transfer of power. vol.XI, London, HMSO Publications 1982, P.692

64. en.wikipedia.org/wiki/parsi,dated 6-8-2012

65. Gall, Tirrothy L.(ed). world mark Encyclopedia of Culture and daily life, vol.3 - Asia and Oceania. Cleveland, OH: Eastword Publications Development (1998), P. 627

66. Ardeshir Cowasjee, A Hundred Years ago, Dawn, Karachi, February 14, 1999, P.6

67. Dastur, Aloo J., Parsis and Nationalism in Asghar Ali Engineer (Ed.) The Role of Minorities in Freedom struggle, Dehli, A janta publications, 1986, P. 152

68. Dadachan ji, Freedon K, A Great Parsi Family of sindh, Karachi, Dadachan house, vol.VI, 1978, No.3, PP.28-29

باب دوم

پاکستانی غیر مسلموں کا شرعی حکم، اسلام تعلیمات اور آئین پاکستان

فصل اوّل

غیر مسلموں کے حقوق اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

تمہید:

اسلام دینِ امن ہے اور یہ معاشرے میں رہنے والے تمام افراد کو خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب اور رنگ ونسل سے ہو، جان و مال اور عزت وآبرہ کے تحفظ کی ضمانت عطا کرتا ہے۔ اس فصل میں اس امر کا جائزہ لیا جائے گا۔ کہ ایک اسلامی ریاست میں آباد غیر مسلم اقلیتوں کی عزت اور جان و مال کی حفاظت کرنا تمام مسلمان رعایہ پر بالعموم اور اسلامی ریاست پر بالخصوص فرض ہے۔

جان و مال اور عزت کا تحفظ:

اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہیں جو مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ ان حقوق میں سے پہلا حق جو اسلامی ریاست اور اسلامی معاشرہ کی طرف سے ان کو حاصل ہے وہ حقِ حفاظت ہے جو انہیں ہر قسم کے خارجی اور داخلی ظلم وزیادتی کے خلاف میسر ہوگا۔ تاکہ وہ مکمل طور پر، پرامن زندگی بسر کر سکیں۔

ا۔ اسلامی تعلیمات:

حضور نبی کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر پوری نسلِ انسانی کو عزت، جان و مال کا تحفظ فراہم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"ان دماء کم و اموالکم واعراضکم علیکم حرام ، کحرمة یومکم هذا ، فی شهر کم هذا، فی بلدکم هذا ، الی یوم تلقون ربکم "(۱)

بے شک تمہارا خون اور تمہارا مال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت تمہارے اس مہینے میں اور تمہارے اس شہر میں (مقرر کی گئی) ہے۔ یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملو گے۔

لہٰذا کسی بھی انسان کو ناحق قتل کرنا اس کا مال لوٹنا اور اس کی عزت پر حملہ کرنا یا اس کی تذلیل کرنا دوسروں پر حرام ہے۔

i۔ غیر مسلم شہریوں کے قتل کی ممانعت:

اسلامی ریاست میں آباد غیر مسلم شہری کو قتل کرنا حرام ہے۔ کسی فرد کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی غیر مسلم شہری کو ناحق قتل کرے۔ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

" من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا" (۲)

جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد (پھیلانے کی سزا) کے (بغیر، ناحق) قتل کر دیا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا۔

ii۔ غیر مسلم شہری کے قاتل پر جنت حرام ہے:

ا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

" من قتل معاهدا فی غیر کنهه ، حرم الله علیه الجنة۔ "(۳)

جو مسلمان کسی غیر مسلم شہری کو ناحق قتل کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام فرما دے گا۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

" من قتل معاهداً لم یرح رائحة الجنة ، وان ریحها توجد من مسیرة اربعین عاما۔ "(٤)

جس نے کسی غیر مسلم معاہد کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک محسوس ہوتی ہے۔

iii۔ غیر مسلم مذہبی رہنماؤں کے قتل کی ممانعت:

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

"کان رسول الله ﷺ اذابعث جیوشه قالَ لاتغدرو اولاتغلوا اولا تمثلو

ولا تقتلوا الُولدان وَلا اصحاب الصوامع"(۵)

حضور نبی کریم ﷺ جب اپنے لشکروں کو روانہ کرتے تو حکم فرماتے: غداری نہ کرنا، دھوکہ نہ دینا، نعشوں کی بے حرمتی نہ کرنا اور بچوں اور پادریوں کو قتل نہ کرنا۔"

iv۔ مسلم اور غیر مسلم کا قصاص اور دیت برابر ہے:

اسلام نے کسی بھی شخص (مسلم یا غیر مسلم) کو ناحق قتل کرنے والے قاتل پر قصاص لازم کیا ہے۔ جب کہ قتلِ خطا یعنی غلطی سے قتل ہو جانے کی صورت میں دیت کی ادائیگی کو واجب قرار دیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

" وَلكم فى اَلقصاص حيٰوة يا ولى الباب لعلكم تتقون o"(٦)

اور تمہارے لیے قصاص (یعنی خون کا بدلہ لینے) میں ہی زندگی (کی ضمانت) ہے اے عقل مند لوگو! تا کہ تم (خون ریزی اور بربادی سے) بچو۔"

قتل خطاء کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے۔

" من قتل مومنا خطأ فتحرير رقبة مؤمنة وَّ دية مسلمة الىٰ اهلهٖ الاايصدقوا۔ (۷)

جس نے کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کر دیا تو (اس پر) ایک مسلمان غلام اور باندی کا آزاد کرنا اور خون بہا (کا ادا کرنا) جو مقتول کے گھر والوں کے سپرد کیا جائے (لازم ہے) مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن بیلمانیؒ روایت کرتے ہیں:

" ان رجلا من المسلمين قتل رجل من اهل الكتاب فرفع الى النبى ﷺ، فقال رسول اللّٰه ﷺ انا احق من وفى ذمته، ثم امر به فقُتِل۔ "(۸)

ایک مسلمان نے اہل کتاب میں سے کسی ایک آدمی کو قتل کر دیا۔ وہ مقدمہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں شہریوں کے حقوق ادا کرنے میں سب سے زیادہ ذمہ دار ہوں چنانچہ آپؐ نے (بطورِ قصاص اس مسلمان قاتل کو قتل کرنے کا) حکم دیا اور اس مسلمان کو قتل کر دیا گیا۔

ایک اور روایت کے مطابق حضرت علیؓ نے فرمایا:

" انا قتل المسلم النصرانی قتل بہٖ ۔ "(۹)

اگر کسی مسلمان نے عیسائی کو قتل کیا تو وہ مسلمان قصاصاً قتل کیا جائے گا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے غیر مسلموں کو دیت میں مساوی حقوق دیتے ہوئے فرمایا:۔

" دیة الیهودی و النصرانی و کل ذمی مثل دیة المسلم ۔ "(۱۰)

یہودی، عیسائی اور ہر غیر مسلم کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔

v۔ حضور ﷺ کی طرف سے مظلوم غیر مسلم شہری کی وکالت کا اعلان:

حضور سرورِ کائنات ﷺ نے غیر مسلم شہریوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے۔ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ غیر مسلم شہریوں کو ظلم و زیادتی سے تحفظ کی ضمانت دے، اگر اسلامی ریاست میں کسی غیر مسلم شہری پر ظلم ہو اور ریاست اسے انصاف نہ دلا سکے تو آپ ﷺ نے قیامت کے روز ایسے مظلوم لوگوں کا وکیل بن کر انہیں ان کا حق دلوانے کا اعلان فرمایا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" الامن ظلم معاهدًا ، او انتقصه ، او کلفه فوق طاقته ، أو أخذ منه شیاً بغیر طیب نفسٍ ، فأنا حجیجه یوم القیامه ۔ "(۱۱)

خبردار! جس کسی نے کسی غیر مسلم شہری پر ظلم کیا یا اس کا حق مارا یا اس پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈالا اس کی دلی رضامندی کے بغیر کوئی چیز اس سے چھین لی تو قیامت میں اس کی طرف سے جھگڑا کروں گا۔

۲۔غیر مسلموں کے جان و مال اور عبادت گاہوں کا تحفظ: (عہدِ رسالت مآب ﷺ اور عہدِ خلفائے راشدین میں:

i۔عہدِ رسالت مآبؐ میں غیر مسلم شہریوں کا تحفظ:

غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ جس انداز میں عہدِ رسالت مآب ﷺ میں کیا گیا ہے اس کی نظیر پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔حضور ﷺ نے اپنے مواثیق معاہدات اور فرامین کے ذریعے اس تحفظ کو آئینی اور قانونی حیثیت عطا فرمادی تھی۔عہدِ نبویؐ میں اہلِ نجران سے ہونے والا معاہدہ مذہبی تحفظ اور آزادی کے ساتھ ساتھ جملہ حقوق کی حفاظت کے تصور کی عملی وضاحت کرتا ہے۔اسے امام ابوعبید قاسم بن سلام، امام حمید بن زنجویہ، ابنِ سعد اور بلاذری سب نے روایت کیا۔
اس میں حضور ﷺ نے یہ تحریری فرمان جاری فرمایا۔

" ولنجران وحاشتها ذمة اللّٰه وذمة محمد النبی رسول اللّٰه ، علیٰ دما ئهم وانفسهم وملتهم وارضهم واموالهم ورهانيتهم واساقفتهم وغائبهم وشاهدهم وغيرهم وبعثهم وامثلتهم ، لايغير ماكانو عليه ، ولا يغيرحق من حقوقهم وامثلتهم لايفتن اسقف من اسقفيته ، ولا راهب من رهبانية، ولا واقف من وقافيه ، علیٰ ماتحت ايديهم من قليل أو كثير، وليس عليهم رهق۔"(۱۲)

اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ، اہلِ نجران اور ان کے خلیفوں کے لیے، ان کے جانوروں، ان کے مذہب، ان کی زمینوں، ان کے اموال، ان کے راہبوں اور پادریوں، ان کے موجود اور غیر موجود افراد، ان کے مویشیوں اور قافلوں اور ان کے استھان (مذہبی ٹھکانے) وغیرہ کے ضامن اور ذمہ دار ہیں۔جس دین پر وہ ہیں۔اس سے ان کو پھیرا نہ جائے گا۔ان کے حقوق اور ان کی عبادت گاہوں کے حقوق کو تبدیلی نہ کی جائے گی۔نہ کسی پادری کو، نہ کسی راہب کو، نہ کسی سردار کو اور نہ کسی عبادت گاہ کے خادم کو۔خواہ اس کا عہدہ معمولی ہو یا بڑا۔اس سے نہیں ہٹایا جائے گا اور اُن کو کوئی خوف وخطر نہ ہوگا۔

اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ نے فتح خیبر کے موقع پر بھی یہود کے اموال واملاک کے بارے میں اعلان فرمایا، جسے امام احمد، امام ابوداؤد، امام طبرانی اور دیگر ائمہ حدیث وسیر نے روایت کیا۔

" عن خالد بن وليد قال: غزونامع رسول اللّٰہ ﷺغزوة خيبر ، فاسرع الناس فی خطائر يهود، فامر فی ان انادی الصلٰوة ۔ ثم قال : ايهاالناس انكم قداسرعتم فی خطائر يهود، الا! لاتحل اموال المعاهدين الابحقها۔ "(١٣)

حضرت خالد بن ولید بیان کرتے ہیں کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ خیبر میں موجود تھے۔لوگ (مجاہدین) جلدی میں یہود کے بندھے ہوئے جانور بھی لے گئے۔آپؐ نے مجھے نماز کے لیے اذان دینے کا حکم فرمایا۔نماز کے بعد آپؐ نے فرمایا: اے لوگو! تم جلدی میں یہود کے بندھے ہوئے جانور بھی لے گئے ہو۔خبردار! سوائے حق کے غیر مسلم شہریوں کے اموال سے لینا حلال نہیں ہے۔

دورِنبوی میں ان معاہدات، دستاویزات اور اعلانات سے اقلیتوں کے حقوق کا درج ذیل خاکہ سامنے آتا ہے۔

١۔ اسلامی حکومت کے تحت رہنے والی غیر مسلم رعایا کو مساوی قانونی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔

٢۔ ان کے مذہب سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جاسکتا۔

٣۔ ان کے اموال، جان اور عزت وآبرو کی حفاظت مسلمانوں ہی کی طرح اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔

۴۔ اسلامی حکومت انہیں انتظامی امور کے عہدے، جس قدر وہ اہلیت واستحقاق رکھیں۔تفویض کرسکتی ہے۔

۵۔ اپنے مذہبی نمائندے اور عہدے دار وہ خود متعین کرنے کے مجاز ہوتے ہیں۔ان کی عبادت گاہیں قابلِ احترام ہیں اور انہیں مکمل تحفظ حاصل ہے۔

ii۔عہدِصدیقیؓ میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت:

غیر مسلموں کے جان ومال کی حفاظت کا یہ اہتمام صرف پیغمبرِ اسلامؐ کی زندگی تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ آپؐ کے بعد خلفائے راشدین کے دور میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

١۔ سیدنا صدیقِ اکبرؓ کے دورِخلافت میں غیر مسلم شہریوں کو مسلمانوں ہی کی طرح حقوق اور تحفظ حاصل تھا۔آپ کے دور میں جب اسلامی لشکر روانہ ہوتا تو آپ سالار کو حسبِ ذیل احکام اور ہدایات ارشاد فرماتے۔

" ولا تفسدو فی الارض ولا تعصوما تومرون ولا تغرقن نحلا ولاتحرقنها ، ولا تعقرو بهيمة تثمر ، ولا تهدموبيعة ، ولا تقتلو الولدان ولا الشيوخ ولاالنساء ، وستجدون اقواماً حسبوانفسهم فی الصوامع ، فدعوهم ،

وماانفسهم حسبو انفسهم له۔ ''(١٤)

خبردار! زمین میں فساد نہ مچانا اور احکامات کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ کھجور کے درخت نہ کاٹنا اور نہ انہیں جلانا، چوپاہوں کو ہلاک نہ کرنا اور نہ پھلدار درختوں کو کاٹنا، کسی عبادت گاہ کو مت گرانا اور نہ ہی بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل کرنا۔ تمہیں بہت سے ایسے لوگ ملیں گے جنہوں نے گرجا گھروں میں اپنے آپ کو محبوس کر رکھا ہے، انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا۔

۲۔ حضرت ثابت بن الحجاج الکلابی بیان کرتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبرؓ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

" الا ! لایقتل الراھب فی الصومعة ۔'' (١٥)

خبردار! کسی گرجا گھر کے پادری کو قتل نہ کیا جائے۔

iii۔ عہدِ فاروقیؓ میں غیر مسلموں کے حقوق کی قانونی حیثیت:

عہدِ فاروقی میں بھی غیر مسلم شہریوں کے تحفظ اور حقوق کے ساتھ ساتھ نفس انسانی کے احترام و وقار میں اس قدر اضافہ ہوا کہ مفتوحہ علاقوں کے غیر مسلم شہری اسلامی ریاست میں اپنے آپ کو زیادہ محفوظ اور آزاد سمجھتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ حکومت میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق کے تحفظ کا اندازہ آپؓ کے حسبِ ذیل ارشادات اور معمولات سے ہوتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے شام کے گورنر حضرت ابوعبیدہؓ کو جو فرمان لکھا اس میں منجملہ دیگر احکام کے علاوہ ایک حکم یہ بھی درج تھا:

" واضع المسلمین من ظلمھمم والامزار بھم واکل اموالھم الابحلھا۔ ''

(تم بحیثیت گورنر) مسلمانوں کو غیر مسلم شہریوں پر ظلم کرنے اور انہیں ضرر پہنچانے اور ناجائز طریقے سے ان کا مال کھانے سے سختی سے منع کرو۔

حضرت عمرؓ کا یہ معمول تھا کہ جب بھی ان کے پاس اسلامی ریاستوں سے کوئی وفد آتا تو آپ اس وفد سے غیر مسلم شہریوں کے احوال دریافت کرتے۔ فرماتے کہ کہیں کسی مسلمان نے انہیں کسی قسم کی تکلیف تو نہیں پہنچائی؟ اس پر وہ کہتے ہم اور کچھ نہیں جانتے مگر یہ کہ ہر مسلمان نے عہد و پیمان کو پورا کیا ہے۔ جو ہمارے اور مسلمانوں کے درمیان موجود ہے۔ (١٧)

iv۔عہدِ عثمانیؓ میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت:

خلافتِ راشدہ کا تیسرہ دور شروع ہی المناک حادثہ سے ہوا کہ ایک غیر مسلم نے خلیفہ وقت حضرت عمر فاروقؓ پر قاتلانہ حملہ کیا اور آپؓ شہید ہو گئے ۔حضرت عمرؓ کے صاحبزادے حضرت عبیداللہ بن عمر نے غصے میں آ کر قتل کی سازش میں ملوث تین لوگوں کو قتل کر دیا۔جن میں سے ایک مسلمان اور دو غیر مسلم عیسائی تھے۔حضرت عبیداللہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ خلیفہ ثالث نے مسندِ خلافت پر بیٹھتے ہی سب سے پہلے اس معاملہ کے بارہ میں صحابہ کرام سے رائے لی،تمام صحابہ کی یہی رائے تھی کہ عبیداللہ بن عمر کو قتل کر دیا جائے،لیکن مقتولین کے ورثاء کی اپنی رضامندی سے خون بہا پر مصلحت ہوگئی اور خون بہا(دیت) کی رقم مقتولین کے لیے برابر تقسیم کر دی گئی۔(۱۸)

۲۔ امام ابوعبید،امام حمید بن زنجویہ اور بلاذری نے غیر مسلموں کے متعلق سیدنا عثمان غنیؓ کے سرکاری فرمان نامہ سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔

"انی اوصیک بھم خیرا فانھم قوم لھم الذمہ"(۱۹)

میں تمہیں غیر مسلم شہریوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی نصیحت کرتا ہوں ۔ یہ وہ قوم ہے جنہیں جان و مال،عزت وآبرو اور مذہبی تحفظ کی مکمل امان دی جا چکی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی ریاست میں مسلمانوں اور غیر مسلم اقلیتوں کے خون کی حرمت برابر ہے۔

v۔عہدِ علویؓ میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت:

سیدنا علیؓ کے عہدِ خلافت میں بھی غیر مسلم شہریوں کے حقوق اسی طرح محفوظ و محترم رہے اور انہیں جان و مال عزت وآبرو کا مکمل تحفظ رہا۔

ا۔ حضرت علیؓ کے پاس ایک مسلمان کو پکڑ کر لایا گیا۔جس نے ایک غیر مسلم کو قتل کیا تھا۔ثبوت فراہم ہو جانے کے بعد حضرت علیؓ نے قصاص میں غیر مسلم کے بدلے اس مسلمان کو قتل کیے جانے کا حکم دیا۔قاتل کے ورثاء نے مقتول کے بھائی کو خون بہا دے کر معاف کرنے پر راضی کر لیا۔حضرت علیؓ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے مقتول کے وارث کو فرمایا۔

"لعلھم فزعوک أوھدوک"

شاید ان لوگوں نے تجھے ڈرایا دھمکا کر کہلوایا ہے؟

اس نے کہا بات دراصل یہ ہے کہ قاتل کے قتل کیے جانے سے میرا بھائی واپس آنے سے تو رہا اور اب یہ مجھے

اس کی دیت دے رہے ہیں جو پسماندگان کے لیے کسی حد تک کفالت کرے گی۔اس لیے میں خود اپنی مرضی سے بغیر کسی دباؤ کے معافی دے رہا ہوں۔اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا۔اچھا تمہاری مرضی تم زیادہ بہتر سمجھتے ہو۔لیکن بہر حال ہماری شریعت کا اصول یہی ہے کہ

"من کان له ذمتنا ، فدمه کدمنا ، و دیته کدیتنا۔"(۲۰)

جو ہماری غیر مسلم رعایا میں سے ہے اس کا خون اور ہمارا خون برابر ہے اور اس کی دیت بھی ہماری دیت کی طرح ہے۔

۲۔ ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت علیؓ نے فرمایا:

" اذا قتل المسلم النصرانی قتل بہ۔"(۲۱)

اگر کسی مسلمان نے عیسائی کو قتل کیا تو وہ مسلمان (اس کے قصاص میں) قتل کیا جائے گا۔

نتیجہ:

مندرجہ بالا ثبوت و براہین سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ایک اسلامی ریاست میں آباد غیر مسلم رعایہ (چاہے ان کی حیثیت معاہد کی ہے یا ذمی کی ہے) کو وہی حقوق حاصل ہیں جو کسی مسلم کو حاصل ہیں۔مندرجہ بالا تمام ادوار کی صداقت وحقانیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اپنے تو اپنے غیر بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ عرب ادوار میں غیر مسلم شہری اسلامی ریاست میں اپنے آپ کو زیادہ محفوظ اور آزاد سمجھتے تھے۔

اس فصل کا اختتام، مشہور مستشرق منٹگمری واٹ کے اس اعتراف پہ کیا جا رہا ہے کہ۔

" The Christians were probably better off as dhimis under Muslim Arab rules than they had been under the Byzantine Grees."(۲۲)

عیسائی عرب مسلم حکمرانوں کے دورِ اقتدار میں بطور غیر مسلم شہری اپنے آپ کو یونانی بازنطینی حکمرانوں کی حیثیت میں رہنے سے زیادہ محفوظ اور بہتر سمجھتے تھے۔

فصل دوم

پاکستان کے غیر مسلموں کا شرعی حکم اور حقوق وفرائض

تمہید:

اس سے قبل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اہلِ ذمہ کے حقوق کا (جس حد تک غیر مسلموں سے متعلق مسائل سمجھنے کے لیے ضروری تھا) ذکر کر دیا گیا ہے۔ اس کو پیشِ نظر رکھ کر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔

پاکستان کے غیر مسلموں کا شرعی حکم کیا ہوگا؟

ان کی حیثیت معاہدِ اہلِ ذمہ کی قرار پائے گی یا ان کو مفتوح اہل الذمہ کے حکم میں رکھا جائے گا؟

مندرجہ بالا سوالات کے جوابات متعین ہو جانے کے بعد ان کے حقوق اور ان کی ذمہ داریوں کا فیصلہ کرنا نہایت آسان ہو جائے گا۔

اس حقیقت سے شاید ہی کوئی شخص انکار کر سکے کہ پاکستانی غیر مسلموں کو مفتوح اہل الذمہ قرار دینے کے لیے کوئی معمولی سی بھی وجہ موجود نہیں ہے۔ نہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کوئی جنگ کی ہے اور نہ حکومتِ پاکستان نے انہیں بزورِ شمشیر مغلوب کیا ہے۔ وہ تقسیم ہند کے لازمی نتیجہ کے طور پر پاکستان کے حصے میں آئے ہیں۔ اور اس تقسیم کے متعلق ہر کوئی جانتا ہے کہ یہ دونوں قوموں کے ذمہ دار لیڈروں کے باہمی راضی نامہ سے ہوئی ہے نہ کہ کسی جنگی فتح و تسخیر کے ذریعہ سے۔ اس وجہ سے تنہا یہی بات کہ یہ غیر مسلم ایک باہمی راضی نامہ کے تحت ہمارے ساتھ شامل ہوئے ہیں اس امر کے لیے کافی ہے کہ ان کو مفتوح و مغلوب اہل الذمہ کے زُمرہ میں نہ رکھا جائے بلکہ معاہدِ اہلِ ذمہ کے زمرہ میں رکھا جائے۔ لیکن یہاں یہی ایک وجہ نہیں بلکہ اس کے علاوہ اور بھی وجوہ ہیں جو ان کے معاملہ میں قابلِ لحاظ ہیں اور جن کی بنیاد پر ان کا معاہد ہونا متعین اور طے ہو جاتا ہے مثلاً۔

۱۔ یہ کہ ابتداء سے اب تک اس ملک کے تمام ذمہ دار لیڈر متفق اللفظ ہو کر ان کو اس بات کا یقین دلاتے رہے ہیں کہ وہ اس ملک میں اقلیت کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کے ساتھ نہ صرف یہ کہ منصفانہ سلوک کیا جائے گا بلکہ نہایت فیاضانہ سلوک کیا جائے گا۔ (۲۳)

۲۔ یہ کہ تقسیم کے بعد اس ملک کے نظام چلانے کے لیے عارضی طور پر گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کو اپنایا گیا جس کی رو سے یہ غیر مسلم ایک اقلیت کی حیثیت رکھتے ہیں اور اسی حیثیت سے ان کے حقوق اس میں محفوظ کیے گئے ہیں۔ (۲۴)

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ عظیم ہند کے مسلمانوں نے ہندوستان کی تقسیم اور پاکستان کے قیام کا مطالبہ کیا ہی اس لیے تھا کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنی آئندہ نسلوں کو لادینیت کے اثرات سے بچا سکیں۔ اس لیے جن غیر مسلموں نے پاکستان میں قیام کو اپنے لیے منتخب کیا انہوں نے یہ جانتے ہوئے یہ انتخاب کیا کہ یہاں کا اجتماعی نظام بہر حال اسلامی ہوگا۔

حقوق و فرائض:

اس مقصد کو پیشِ نظر رکھ کر چند اشارات کیے جا رہے ہیں جن کو سامنے رکھ کر پاکستانی غیر مسلموں کے حقوق و فرائض کے متعلق ایک ضابطہ بنایا جا سکتا ہے۔

۱۔خراج سے برأت:

اگر ان لوگوں کو خراج کی ادائیگی یا اس نام سے رقم ادا کرنے پر کوئی اعتراض ہو تو ان کو خراج سے بری کیا جا سکتا ہے اور زمین کی پیداوار اور دوسری آمدنیوں پر ان سے بھی وہی صدقات وصول کیے جا سکتے ہیں۔ اس کے سوا کوئی اور مناسب شکل بھی جو فریقین کے درمیان طے ہو جائے اختیار کی جا سکتی ہے بشرطیکہ وہ شریعت کے خلاف نہ ہو اور اس کے اختیار کرنے میں بیت المال کو کوئی خسارہ نہ ہو۔

۲۔ جزیہ سے برأت:

اگر ان لوگوں کو جزیہ کے نام سے کسی رقم کی ادائیگی یا نفس جزیہ ہی کی ادائیگی پر اعتراض ہو تو ملک کے دفاع کے سلسلہ میں ہر جزیہ کی بجائے کسی دوسرے نام سے بھی ٹیکس لگایا جا سکتا ہے، اور اگر وہ ملک کے دفاع کے سلسلہ میں مسلمانوں کے شانہ بشانہ حصہ لینے کے لیے تیار ہوں تو انہیں جزیہ کی نوعیت کے کسی ٹیکس کی ادائیگی سے بالکل بری بھی کیا جا سکتا ہے۔

اس آخر الذکر صورت میں اسلامی حکومت کے سامنے جو سوال زیر غور ہوگا وہ صرف یہ کہ آیا انہوں نے اپنے طرز

عمل سے ملک کی وفاداری کا ایسا ثبوت دیا ہے کہ دفاعی معاملات میں حکومت ان پر اعتماد کر سکے، اگر یہ صورت ہے تو ان کو ملک کے دفاع پر براہ راست حصہ لینے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ اس مقصد کے لیے ان کو فوج میں ذمہ داری کے عہدے دیے جانے میں اصولاً کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ لیکن حکومت کے بنیادی مقصد کے تحت ان کو پالیسی کے تعین اور اسلامی جنگ کے اصول وضوابط پر اثر انداز ہونے کا موقع کسی حال میں نہیں دیا جا سکتا۔

الف:

ممکن ہے کہ یہاں بعض لوگوں کو یہ بات کھٹکے اس وجہ سے مختصراً اتنا ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ اگر فقہا کا ایک گروہ اسلامی جہاد میں غیر مسلموں کی شرکت کو جائز قرار نہیں دیتا لیکن ایک دوسرے گروہ کے نزدیک پہلے ان سے استعانت ناجائز تھی مگر بعد میں اس کی اجازت دے دی گئی۔ یہ مذہب امام شافعی کا ہے اور ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اہل بیت امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ کفار وفساق سے بسلسلہ جہاد سے استعانت میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ یہ لوگ اس سلسلہ میں اسلامی قوانین جنگ اور امام کی امر ونہی کے پاسدار رہیں۔ (۲۵)

ان لوگوں کا استدلال مختلف احادیث اور واقعات سے ہے۔ جن کی تفصیل کے لیے یہاں موقع نہیں ہے۔

ب:

بعض علماء کہتے ہیں جہاں امام کے ساتھ اتنی بڑی جماعت ہو ان کے بل پر وہ اسلامی احکام وقوانین ان لوگوں کے اندر جاری کر سکے جن کے خلاف فوج کشی کی گئی ہو وہاں غیر مسلموں سے استعانت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ امر اپنی جگہ پر طے شدہ ہے کہ اگر ذمی مسلمانوں کے ساتھ ملک کی مدافعت اور دوسرے جنگی اقدامات میں شریک ہوں گے تو ان کا جزیہ معاف کر دیا جائے گا جو جان کے معاہدہ صلح میں ان سے یہ وعدہ کیا گیا تھا۔

ج:

حضرت عمرؓ کا غیر مسلم رعایہ کے لیے اعلان تھا کہ:

تم میں سے جو لوگ ہمارے (مسلمانوں) کے ساتھ دفاع اور ہجوم میں شریک ہوں گے ان سے اس کے عوض میں جزیہ معاف۔ (۲۶)

اس طرح جب الباب یا بالا بولہب کے رئیس نے جب مسلمانوں کے حملے کی اطلاع پائی تو اسلامی فوج کے سپہ سالار عبدالرحمٰن بن ربعیہ کو لکھا کہ

''میں آپ کے سخت دشمن اور مختلف قوموں کے بالمقابل ہوں اور قج اور ارمنوں سے میرا

کوئی تعلق نہیں آپ لوگ اب میرے ملک اور میری قوم پر غالب آ چکے ہو اب میں آپ میں سے
ایک شخص ہوں۔ میری قوت آپ کے ساتھ اور میرا جزیہ فرض ہے کہ آپ جو کچھ پسند کریں اس کی
تعمیل کروں۔ اس وجہ سے بہتر ہے کہ آپ ہم پر جزیہ عائد کر کے ذلیل نہ کریں ورنہ اس کا نتیجہ
اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ ہم آپ کے دشمن کے لیے کمزور ہو جائیں گے۔"(۲۷)

عبدالرحمٰن نے شہر براز کی درخواست اس ترمیم کے ساتھ منظور کر لی جو غیر مسلم مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں حصہ لیں گے ان کا جزیہ معاف کر دیا جائے گا اور میں تصدیق کے لیے اپنے اس فیصلے کو امیر عسکر سراقہ بن عمر کے پاس بھیجی۔ سراقہ نے اس کی اطلاع امیر المومنین حضرت عمرؓ کو کی انہوں نے اس کی اجازت دے دی اور تحسین فرمائی۔

۳۔ مذہبی آزادی:

ان کے مذہب کے بارے میں ان کو پوری آزادی دی جا سکتی ہے۔ پاکستان کے جن شہروں اور دیہاتوں میں وہ آباد ہیں وہاں ان کو جو مذہبی آزادی اب تک حاصل رہی ہے اس کو بدستور باقی رکھنے کی ضمانت دی جا سکتی ہے۔

اس بارے میں ان پر وہی پابندیاں عائد ہوں گی جو ملک کے دوسرے شہریوں (مسلمانوں) پر ملک کے عام قانون کے تحت اس معاملے عائد کی جائیں۔

۴۔ تہذیب و تمدن اور پرسنل لاء کی آزادی:

ان چیزوں کے بارے میں بھی ان ساری آزادیوں کی ضمانت دی جا سکتی ہے جو انہیں اب تک کے ملکی قانون کے تحت حاصل رہی ہیں۔

۵۔ شہری آزادیاں اظہار رائے، تنقید اور اجتماع کی آزادی:

ان سب چیزوں میں بھی ان کو وہی حقوق دیے جا سکتے ہیں جو ملکی قانون کے تحت اس ملک کے دوسرے شہری کو حاصل ہوں گے۔

۶۔ قانون سازی میں حصہ:

مطلق قانون سازی کا حق ہر شخص کو معلوم ہے، اسلامی ریاست کے اندر کسی کو بھی حاصل نہیں ہوتا۔ نہ کسی مسلم کو نہ کسی غیر مسلم کو۔ جن معاملات میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات موجود ہوں گے اسلامی حکومت ان معاملات میں ان کو بلا کم و کاست جاری کرے گی۔ جن معاملات میں کوئی صریح قانون موجود نہ ہوگا ان معاملات میں اللہ اور اس

کے رسول ﷺ کی شریعت میں درک رکھنے والوں اور حالات اور مصالح اور اسلامی نظر سے غور کرنے والوں کا یہ کام ہوگا کہ وہ بتائیں کہ ان میں اسلامی شریعت کے مزاج سے کیا بات قریب ہوسکتی ہے۔ظاہر ہے کہ اس کام میں غیر مسلم نہ کوئی مدد دے سکتے ہیں اور نہ انہیں اس کام میں شریک کرنے کے کوئی معنی ہیں۔

البتہ جن امور کا تعلق عام مصلحت یا عام انتظامی معاملات سے ہے ان میں غیر مسلموں کے مشوروں سے بھی حکومت اسی طرح فائدہ اٹھائے گی جس طرح مسلمانوں کے مشوروں سے اٹھائے گی۔ بلکہ ایسے امور سے متعلق قانون سازی کے معاملات میں انہیں بھی شریک کیا جاسکتا ہے۔علاوہ ازیں غیر مسلموں کو اس بات کا حق دیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے نمائندوں کی ایک ایسی اسمبلی بنالیں جو ان کے مذہبی اور تہذیبی اداروں کی نگرانی بھی کرے اور ان کے پرسنل لاء کے دائرے کے اندر قانون کے لیے سفارشات بھی مرتب کرے۔

۷۔ملازمتیں اور عہدے:

بجز کلیدی مناسب (KEY POSTES) کے جن کا تعلق پالیسی کے تعین سے ہے یا وہ پالیسی جو براہ راست اثر انداز ہوتی ہے یا جن سے متعلق قوانین کے علم تفقہ کی ضرورت ہے اسلامی حکومت کے ہر شعبہ میں غیر مسلموں کو ملازمتیں دی جاسکتی ہیں۔

ان مناسب کے علاوہ ہر عہدہ اور ہر چھوٹی بڑی ملازمت کے لیے صرف قابلیت، وفاداری، امانت و دیانت اور حسن کارکردگی کے اوصاف ہی فیصلہ کن شرائط کی حیثیت رکھیں گے۔

۸۔روزگار اور کفالت کا ذمہ:

غیر مسلموں کے بے کاروں کے لیے روزگار مہیا کرنے اور ان کے معذوروں اور ان کے متعلقین کے لیے بیت المال سے ان کی ضرورت کے مطابق وظیفہ کا ذمہ لیا جاسکتا ہے۔(۲۸)

نتیجہ:

پاکستانی غیر مسلموں کو ذمی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ پاکستان کا خطہ کفار کے ساتھ کسی جنگ کے ذریعے قیامِ عمل میں نہیں آیا بلکہ باہمی مشاورت کے ذریعے پاکستان کا قیام ہوا تھا۔جیسا کہ گذشتہ باب کی تیسری فصل میں درج کیا گیا کہ تخلیقِ پاکستان کے وقت غیر مسلم بھی پاکستان کے لیے جدوجہد میں شریک رہے لہٰذا پاکستانی غیر مسلموں کے بھی وہی حقوق وفرائض ہیں جو پاکستانی مسلمانوں کے ہیں۔

فصل سوم

اقلیتوں کے حقوق اور آئین پاکستان

تمہید:

اسلامی جمہوریہ پاکستانی کی آئین سازی کا عمل ارتقائی مراحل سے گزرا ہے۔ جس کی ابتداء قیامِ پاکستان کے ساتھ ہوئی ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲ء کی آئین سازی سے گزرتا ہوا ۱۹۷۳ء کے آئین پر مکمل ہوا۔

اس فصل میں پاکستان کے تینوں آئینوں کا جائزہ لیا جائے گا اور جہاں اقلیتوں کے حقوق کا ذکر ہے ان حصوں کو قدرے تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔ ابتداء ۱۹۵۶ء کے آئین سے کی جارہی ہے۔

۱۹۵۶ء کا آئین اور اقلیتوں کے حقوق:

۱۹۵۶ء کے آئین کی پہلی تین شقیں اسلام کے تشریح کردہ اصولِ جمہوریت مسلمانوں کی انفرادی واجتماعی زندگیوں کو قرآن وسنت کے مطابق بنانے اور اقلیتوں کو مذہبی آزادی دینے سے متعلق تھیں۔ ان کا مکمل متن مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ ''مملکت جملہ حقوق واختیاراتِ حکمرانی جمہور کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے استعمال کرے۔ جس میں اصول جمہوریت، حریت ومساوات ورواداری اور عدل وحکمرانی کو، جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی، پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے گا۔

۲۔ جس کی رو سے مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی اسلامی تعلیمات ومقتضیات کے مطابق، قرآنِ مجید اور سنتِ رسول میں متعین ہیں، ترتیب دے سکیں اور

۳۔ جس کی رو سے اس امر کا قرار واقعی انتظام کیا جائے کہ اقلیتیں آزادی کے ساتھ اپنے

مذہبوں پر عقیدہ رکھ سکیں اور ان پر عمل کر سکیں اور اپنی ثقافتوں کو ترقی دے سکیں۔(۲۹)

قراردادِ مقاصد کی ایک اور شق میں بنیادی حقوق کی ضمانت دی گئی ہے جس میں دین اور عقیدے کا بنیادی حق بھی شامل ہے۔

متن کے مطابق:

''جس کی رو سے بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے اور ان حقوق میں قانون و اخلاقِ عامہ کے ماتحت مساوی حیثیت و مواقع، قانون کی نظر میں برابری، عمرانی، معاشی اور سیاسی عدل، خیال، اظہار، عقیدہ، دین، عبادت اور ارتباط کی آزادی شامل ہوں۔''(۳۰)

اقلیتوں کے بارے میں ایک دوسری شق میں کہا گیا:

''جس کی رو سے اقلیتوں اور پسماندہ و پست طبقوں کے جائز حقوق کے تحفظ کا قرار واقعی انتظام کیا جائے۔''(۳۱)

۱۹۵۶ء کے آئین کی اولین دفعہ پاکستان کو اسلامی جمہوریہ قرار دیتی ہے۔ دوسری دفعہ میں بنیادی حقوق کا ذکر ہے جس میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ اقلیتوں کے دین اور عقیدے کی آزادی کے حق کو بھی تحفظ دیا گیا ہے۔

دفعہ ۱۳ میں کہا گیا ہے کہ کسی شخص کو کسی عبادت گاہ میں اپنے مذہب کے علاوہ دوسرے مذہب یا عبادت میں شریک نہیں کیا جائے گا۔(۳۲)

دفعہ ۱۸ کے مطابق ہر شہری کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ کسی مذہب کو قبول کرے، اس کے اصولوں پر عمل کرے، یا اس کی تبلیغ کرے۔(۳۳)

دفعہ ۲۰ میں چھوت چھات کو ختم کرنے کا اعلان کیا گیا، اور کہا گیا اس میں امتیاز برتنے کا جرم قرار دیا جائے گا۔(۳۴)

آئین کے تیسرے حصے میں رہنما اصولوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح دفعہ ۲۸ کی شق (ا) کے مطابق خصوصی علاقوں، پسماندہ اقوام (اچھوتوں) کی تعلیمی اور معاشی حالت کو خاص طور پر فروغ دینے کے لیے انتظامات کرے۔

اسی دفعہ کی شق (س) میں اقلیتوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ

''غیر مسلموں کے مذہبی اغراض اور طبی ضرورتوں کے علاوہ شراب کا استعمال بند کرے۔''(۳۵)

اسی طرح آئین کا بارہواں حصہ اسلامی تعلیمات کو زیرِ بحث لاتا ہے اور اس ضمن میں اقلیتوں کے پرسنل لاء کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس حصہ کی دفعہ ۱۹۷ اور دفعہ ۱۹۹ میں کہا گیا ہے کہ

"دفعہ ۱۹۷: صدر اسلامی تحقیقات اور اعلیٰ تعلیمات کا ایک ادارہ قائم کرے گا جو مسلم معاشرے کی صحیح اسلامی بنیادوں پر تعمیر نو کرنے میں مدد دے گا۔

دفعہ ۱۹۹: اس دفعہ کا اطلاق غیر مسلم شہریوں پر نہ ہوگا، نہ ان کے پرسنل لاء پر نہ ان کے شہری مرتبے پر اور نہ دستور کے کسی اور حصے پر۔"(۳۶)

مذکورہ بالا ۱۹۵۶ء کے آئین کی دفعات میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلم اقلیتوں کو بھی مساوی سیاسی، سماجی، معاشی اور مذہبی حقوق دیئے گئے ہیں۔ بنیادی انسانی حقوق کے حوالے سے بھی اقلیتوں کی ترقی اور ان کے حقوق کی ضمانت دی گئی۔ یعنی انہیں آئینی طور پر کسی بھی امتیازی سلوک کا نشانہ نہیں بنایا گیا۔ اسی آئین میں اقلیتوں کے پرسنل لاء کی ضمانت دی گئی ہے اور مذہب کی آزادی، حتیٰ کہ تبلیغ کی آزادی کا بھی ذکر کیا گیا۔ چھوت چھات کو آئینی طور پر غیر قانونی قرار دیا گیا۔ یعنی آئین نے اقلیتوں کو مساوی ترقی کے مواقع فراہم کر دیئے۔

۱۹۶۲ء کا آئین اور اقلیتوں کے حقوق:

۱۹۵۶ء کے آئین کی طرح ۱۹۶۲ء کے آئین کا آغاز بھی قراردادِ مقاصد سے ہوتا ہے۔ جس میں پاکستان میں رہنے والی اقلیتوں کے جائز مفادات (مع ان کے مذہبی اور ثقافتی مفادات) کی پوری طرح حفاظت کی بات کی گئی ہے۔

مذہبی آزادی کے ضمن میں آرٹیکل ۷ میں کہا گیا تھا کہ

ا۔ کوئی قانون:

(الف) کسی مذہبی جماعت گروہ یا فرقہ کو باز نہ رکھے گا کہ وہ اپنے عقیدے کے داعی ہوں، اس پر عمل کرتے یا اِس کی اشاعت کرتے ہوں، یا مانع نہ ہوگا کہ وہ اپنے مذہب کی ہدایت حاصل کریں، یا اپنے مذہب کے لیے یا مذہب کے اغراض کے لیے درگاہیں یا ادارے چلائیں۔

(ب) کسی شخص پر خود اس کے اپنے مذہب کے علاوہ دیگر مذاہب کی مذہبی ہدایت حاصل کرنے، یا مذہبی رسوم ادا کرنے یا مذہبی عبادت کرنے، پر زور نہ دے گا (کی خواہش نہ کرے گا)۔

(ج) کسی شخص پر ایسا ٹیکس عائد نہ کرے گا کہ جس کی حاصل کردہ رقم اس کے اپنے مذہب کے علاوہ دیگر مذاہب کی اغراض کے لیے استعمال کی جاتی ہو۔

(د) مذہبی اداروں (یا درسگاہوں) کے درمیان، مستثنیٰ کرنے یا کسی ٹیکس کے سلسلے

میں رعائتیں دینے میں کوئی امتیاز یا فرق نہیں رکھا جائے گا۔

(ر) پبلک رقوم کے کسی خاص مذہبی جماعت یا فرقہ وگروہ کے فائدے پر، سوائے ان رقوم کے جو اسی غرض کے لیے حاصل کی گئی ہوں، خرچ کرنے کی اجازت نہ دے گا۔(۳۷)

۱۹۶۲ء کے آئین میں بھی اقلیتوں سے مناسب سلوک اور پسماندہ اشخاص کے مفادات کی حوصلہ افزائی پر زور دیا گیا ہے۔ واضح طور پر اس آئین میں کہا گیا ہے کہ اقلیتوں کے جائز مفادات کا تحفظ کیا جائے اور اقلیتوں کے افراد کا پاکستان کی سروس میں داخل ہونے کا موقع دیا جائے۔

۱۹۶۲ء کا آئین کم حق یافتہ فرقوں، نسلوں اور قبائل کو مساوی درجہ دینے کے لیے اقدامات کرتا ہے۔

۱۹۷۳ء کا آئین اور اقلیتوں کے حقوق:

۱۹۷۳ء کا آئین متفقہ اور قومی امنگوں کا ترجمان آئین قرار دیا جاتا ہے۔ اس کی اہمیت یہ ہے کہ پیپلز پارٹی اور بھٹو کے بدترین مخالف بھی ضیاء دور میں ۱۹۷۳ء کے آئین کی اپنی اصل شکل میں بحالی کا مطالبہ کرتے رہے۔

اقلیتوں نے بھی اپنے لیے آئین میں درج تحفظات کی کئی موقعوں پر حمایت کی۔

۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو ذوالفقار علی بھٹو نے جب اقتدار سنبھالا تو سب سے پہلے ایک ایسے آئین کی تجویز پیش کی جو موجودہ حالات، نئے تقاضوں اور ملتِ پاکستان کے جذبات واقتدار کا حقیقی ترجمان ہو۔

۱۹۷۳ء کے آئین کے ابتدائیہ میں جہاں دیگر امور کے متعلق ذکر کیا گیا وہاں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کا بھی تذکرہ کیا گیا۔

ابتدائیہ میں درج ہے۔

''چونکہ پاکستان کے عوام کی خواہش ہے کہ ایک نظام قائم کیا جائے۔ جس میں قرار واقعی انتظام کیا جائے گا کہ اقلیتیں آزادی سے اپنے مذاہب پر عقیدہ رکھ سکیں اور اس پر عمل کر سکیں اور اپنی ثقافتوں کو ترقی دے سکیں۔''(۳۸)

اس کے بعد اگلی شق میں بنیادی حقوق کی ضمانت دی گئی ہے جس میں عقیدے، دین، عبادت اور اجتماع وغیرہ کی آزادی شامل ہیں۔ اگلی شق میں قطعی لفظوں میں کہا گیا ہے کہ ایک ایسا نظام ہوگا۔

''جس میں اقلیتوں اور پسماندہ نچلے طبقوں کے جائز مفادات کو تحفظ دینے کا قرار واقعی انتظام کیا جائے گا۔''(۳۹)

آئین کے حصہ دوم میں بنیادی حقوق اور حکمتِ عملی کے اصول کے زیرِعنوان جن آزادیوں کو تحفظ دیا گیا ہے ان میں مذہب اور مذہبی اداروں اور مذہبی تعلیم کی آزادی خاص طور پر شامل ہیں۔

متن کے مطابق:

مذہب کو ماننے اور مذہبی اداروں کے انتظام کی آزادی:

۲۰۔ قانون امنِ عامہ اور اخلاق کے تابع۔

(الف) ہر شہری کو اپنے مذہب کو ماننے اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہوگا اور

(ب) ہر مذہبی گروہ اور فرقے کو اپنے مذہبی ادارے چلانے، قائم کرنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق ہوگا۔

کسی خاص مذہب کی اغراض کے لیے محصول سے تحفظ:

۲۱۔ کسی شخص کو کوئی ایسا خاص محصول ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا جس کی آمدنی اس کے اپنے مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب کی تبلیغ کرنے اور قائم کرنے پر صرف کی جائے۔

مذہب وغیرہ کے لیے تعلیمی اداروں سے متعلق تحفظات:

۱۔ کسی تعلیمی ادارے میں تعلیم پانے والے کسی شخص کو مذہبی تعلیم حاصل کرنے یا کسی مذہبی تقریب میں حصہ لینے یا مذہبی عبادت میں حصہ لینے یا مذہبی عبادت میں شرکت کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، اگرچہ ایسی تعلیم، تقریب یا عبادت کا تعلق اس کے اپنے مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب سے ہو۔

۲۔ کسی مذہبی ادارے کے سلسلے میں محصول کی بابت استثناء یا رعائیت منظور کرنے میں کسی فرقے کے خلاف کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا۔

۳۔ قانون کے تابع۔

(الف) کسی مذہبی فرقے گروہ کو کسی تعلیمی ادارے میں جو کلی طور پر اس فرقے یا گروہ کے زیرِاہتمام چلایا جاتا ہو، اس فرقے یا گروہ کے طلباء کو مذہبی تعلیم دینے کی ممانعت نہ ہوگی۔

(ب) کسی شہری کو محض نسل، مذہب، ذات یا مقام کی بناء پر کسی ایسے تعلیمی ادارے میں

داخل ہونے سے محروم نہیں رکھا جائے گا جسے سرکاری محاصل سے امداد ملتی ہو۔

۴۔ اس دفعہ میں مذکورہ کوئی امر معاشرتی یا تعلیمی اعتبار سے پسماندہ شہریوں کی ترقی کے لیے کسی سرکاری ہیئتِ مجاز کی طرف سے انتظام میں مانع نہ ہوگا۔ (۴۰)

اسی طرح حکمت عملی یا پالیسی کے اصول وضع کرتے ہوئے اسلامی طریقِ زندگی کو بنیادی اصول کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

متن میں کہا گیا ہے کہ۔

''اسلامی طریقِ زندگی کے باب میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی بھی یقین دہانی کی گئی ہے۔یعنی مملکت اقلیتوں کے جائز حقوق اور مفادات کا جن میں صوبائی اور دفاعی ملازمتوں میں ان کی مناسب نمائندگی بھی شامل ہے۔تحفظ کرے گی۔ (۴۱)

الغرض ۱۹۷۳ء کا آئین ایسا آئین ہے کہ جس میں اقلیتوں کو ہر ممکنہ حد تک تحفظات فراہم کرتا ہے۔

نتیجہ:

نتیجے کے طور پر یہاں ان تمام تحفظات کو نکتہ بہ نکتہ درج کیا جا رہا ہے جو ۱۹۷۳ء کے آئین میں اقلیتوں کو دیئے گئے ہیں۔ ۱۹۷۳ء کے آئین کی رو سے۔۔۔

۱۔ ملکی قانون، امن وامان اور اخلاقی تقاضوں کا احترام کرتے ہوئے، ہر شہری کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے مذہب کی پابندی کرے، اس مذہب کے بتائے ہوئے طور طریقے اختیار کرے اور اس مذہب کی تبلیغ کرے۔

۲۔ ہر مذہب اور ہر فرقے کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے اور ان کی دیکھ بھال کا بندوبست کرے۔

۳۔ کسی شخص کو کوئی ایسا خصوصی ٹیکس ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا جس کی رقم اس کے اپنے مذہب کے سوا کسی اور مذہب کو برقرار رکھنے یا اس کی تبلیغ پر خرچ کی جاتی ہو۔

۴۔ کسی درس گاہ میں تعلیم پانے والے کے لیے یہ ضروری نہیں سمجھا جائے گا کہ وہ اپنے مذہب کے سوا کسی اور مذہب کی تعلیم حاصل کرے یا کسی اور مذہب کی عبادت یا رسوم میں شریک ہو۔

۵۔ مذہبی اداروں کو ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دینے کے سلسلے میں کسی فرقے کے ساتھ امتیازی سلوک روا نہیں رکھا جائے گا۔

۶۔ قانونی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی فرقے کو مکمل طور پر اپنے ہی قائم کیے ہوئے تعلیمی اداروں میں اس

فرقے کے افراد کو اپنے مذہب کی تعلیم دینے سے نہیں روکا جائے گا۔

۷۔ کسی ایسی تعلیمی درس گاہ میں، جسے سرکاری خزانے سے مالی امداد ملتی ہو، کسی شہری کو نسل، مذہب، ذات یا جائے پیدائش کی بنیاد پر داخلے سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

۸۔ ایسے مقامات کے سوا، جنہیں مذہبی حیثیت حاصل ہے، باقی تمام پبلک مقامات اور تفریح گاہوں میں داخلے پر نسل، رنگ، ذات، جنس، سکونت یا جائے پیدائش کی بنیاد پر امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا۔

۹۔ پاکستان کا کوئی شہری، جو دیگر اعتبار سے سرکاری ملازمت میں لیے جانے کا مستحق ہوگا، محض نسل، مذہب، ذات یا جنس کے اختلاف پر ملازمت میں لیے جانے سے نہیں روکا جائے گا۔

۱۰۔ اگر پاکستانی شہریوں کے کسی گروپ کی جداگانہ زبان، رسم الخط یا ثقافت ہو تو اس کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اس زبان، رسم الخط اور ثقافت کے تحفظ اور ترقی کے لیے کوشش کرے اور اس مقصد کے لیے ادارے قائم کرے۔

۱۱۔ مملکت اقلیتوں کے تمام جائز حقوق اور مفادات کا تحفظ کرے گی، ان حقوق میں وفاقی اور صوبائی ملازمتوں میں اقلیتوں کی مناسب نمائندگی بھی شامل ہے۔

۱۲۔ بلوچستان، پنجاب، صوبہ خیبر پختون خواہ اور صوبہ سندھ کی صوبائی اسمبلیوں میں مقرر نشستوں کے علاوہ چند نشستیں اضافی بھی ہوں گی۔ یہ زائد نشستیں، مسیحیوں، ہندوؤں، پارسیوں، شیڈولڈ کاسٹ اور قادیانیوں کے لیے مخصوص ہوں گی۔ مثلاً بلوچستان کے لیے ایک، خیبر پختون خواہ کے لیے ایک، پنجاب کے لیے تین، اور سندھ کے لیے دو۔ ان نشستوں کی تعداد کے مطابق اقلیتیں صوبائی مجلسِ قانون ساز میں اپنے نمائندے منتخب کر کے بھیجیں گی۔ اسی طرح قومی اسمبلی میں اقلیتوں کے لیے ۶ نشستیں مزید بڑھا کر ان کی کل تعداد آٹھ کر دی گئی۔

۱۳۔ آئین میں اس کی بھی گنجائش رکھی گئی ہے کہ اسمبلیوں میں اقلیتوں کے لیے نشستیں مخصوص کرنے کے علاوہ عوامی لوکل کونسلوں میں بھی ان کو مناسب نمائندگی دی جائے۔

حوالہ جات

۱۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحج، باب الخطبۃ أیام منیٰ، حدیث ۱۷۳۹

۲۔ المائدہ ۳۲

۳۔ نسائی، السنن، کتاب القسامہ، باب: تعظیم قتل المعاہد، حدیث ۶۵۴

۴۔ ابنِ ماجہ، السنن، کتاب الدیات، باب: من قتل معاہدا، حدیث ۲۶۸۶

۵۔ احمد بن حنبل، ابوعبداللہ شیبانی، المسند، بیروت، المکتب الاسلامی، ۱۹۹۸ء، ۱/ ۳۳۰، حدیث ۲۷۲۸

۶۔ البقرہ ۱۷۹

۷۔ النساء ۹۲

۸۔ شافعی، ابوعبداللہ بن ادریس، المسند، بیروت، دارلکتب الکتبہ العلمیہ، س: ن، ص ۳۴۳

۹۔ بیہقی، ابوبکر بن حسین بن عبداللہ، السنن الکبری، مکہ مکرمہ، مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ، ۸/ ۳۰، حدیث ۱۵۶۹۶

۱۰۔ عبدالرزاق، ابوبکر بن ہمام بن نافع صنعانی، المصنف، بیروت، المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ، ۱۰/ ۸۶، حدیث ۱۸۴۵۴

۱۱۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الخراج والفئی والامارۃ، باب: فی تعشیر اھل الذمۃ اذ اختلفو با التجارات، حدیث ۳۰۵۲

۱۲۔ ابن سعد، ابوعبداللہ محمد، الطبقات الکبری، بیروت، دار بیروت، ۱۳۹۸ھ، ۱/ ۳۸۸، ۲۳۵

۱۳۔ ابنِ زنجویہ، حمید، کتاب الاموال، ریاض، الملک فیصل للجوث والدراسات الاسلامیہ، ۱۴۰۶ھ، ص ۳۸۰، حدیث ۶۱۸

۱۴۔ مالک، ابنِ انس بن مالک، الموطا، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ، ۶/ ۴۴۸، حدیث ۹۶۶

۱۵۔ ہندی، صام الدین علاؤالدین علی متقی، کنز العمال فی سنن الاقول والافعال، بیروت، موسستہ الرسالہ، ۱۳۹۹ھ، ۴/ ۴۷۵، حدیث ۱۱۴۱۱

۱۶۔ ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، بیروت، دارالمعرفۃ، س: ن، ص ۱۵۲

۱۷۔ طبری، ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید، تاریخ الامم والملوک، بیروت، دارلکتب العلمیہ، ۱۴۰۷ھ، ۲/ ۵۰۳

۱۸۔ ابن سعد، ابوعبداللہ محمد، الطبقات الکبری، بیروت، دار بیروت، ۱۳۹۸ھ، ۵/ ۱۷

۱۹۔ ابو یوسف، کتاب الخراج، ص ۸۰

۲۰۔ بیہقی، السنن الکبری، ۸/ ۳۴

۲۱۔ شافعی، ابوعبداللہ محمد بن ادریس، کتاب الأم، بیروت، دارالمعرفت، ۱۳۹۳ھ، ۷/ ۳۲۰

22. Watt, Montgomery, Islami Political Thought, London, Edinburgh University press, 1980, P.51

۲۳۔ جعفری، رئیس احمد، خطبات قائداعظم، ص ۵۶۸

۲۴۔ احمد سلیم، پاکستان اور اقلیتیں، ص ۱۷۶

۲۵۔ اصلاحی، امین احسن، اسلامی ریاست، لاہور، دارالتذکیر، ۲۰۰۶ء، ص ۲۲۴

۲۶۔ ایضاً، ص ۲۲۵

۲۷۔ ایضاً

۲۸۔ ایضاً، ص ۲۲۶ تا ۲۲۷

۲۹۔ زاہد چوہدری، پاکستان کی سیاسی تاریخ، ترتیب حسن جعفر زیدی، لاہور، ادارہ مطالعہ تاریخ، ۱۹۹۷ء، ۱۱/ ۲۵۵

۳۰۔ ایضاً، ص ۲۵۶

۳۱۔ ایضاً

۳۲۔ انجم، تجمل حسین، پاکستان: تاریخی وسیاسی جائزہ (۱۹۹۲ء۔۱۹۴۷ء) لاہور، ادارہ مطالعہ تاریخ، ۱۹۹۳ء، ص ۱۸۳

۳۳۔ ایضاً

۳۴۔ ایضاً

۳۵۔ ایضاً، ص ۱۸۴

۳۶۔ ایضاً، ص ۱۸۸

۳۷۔ جمہوریہ پاکستان کا آئین، ۱۹۶۲ء، لاہور، ص ۲۱۔۲۰

۳۸۔ قومی اسمبلی پاکستان، اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، اسلام آباد، ۱۲ اپریل ۱۹۷۳ء، ص ۱

۳۹۔ ایضاً، ص ۲۔۱

۴۰۔ ایضاً، ص ۱۱۔۱۰

۴۱۔ ایضاً، ص ۱۷

باب سوم

امورِ سیاسی میں اقلیتوں سے برتاؤ

فصل اوّل

پاکستان کے ابتدائی ایام اور اقلیتیں

تمہید:

جن حالات میں پاکستان کا قیام ہوا وہ پاکستانی قوم کے لیے بالعموم اور تمام مسلمانانِ ہند کے لیے بالخصوص مشکل ترین حالات تھے۔ وہ دور ہندو مسلم اور سکھ مسلم فسادات کے عروج کا دور تھا۔ دنگا فساد، قتل و غارت گری بامِ عروج پر تھی۔ ہندو اور سکھ بیک وقت مسلمانوں سے نبرد آزما تھے۔ مذہبی جنونیت کی برہنہ تلوار نے احترامِ انسانیت کا گلہ کاٹ کر رکھ دیا تھا۔

مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہندوستان میں آباد یہ مذاہب کیا ہمیشہ سے یونہی ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما رہے تھے؟ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ یہ امر بھی حقیقت ہے کہ پاکستان کا قیام دوقومی نظریہ کی بنیاد پر ہوا، مگر دوقومی نظریہ سے ہرگز یہ مراد نہیں تھا کہ دونوں قومیں ایک دوسرے کے خون کی پیاسی ہیں۔ ہندو مسلم یا سکھ مسلم فسادات کے پیچھے ایک بھیانک تاریخ ہے۔ یہ حقیقت نہیں کہ ہندوستان کے مختلف مذاہب ہمیشہ سے یوں ہی نبرد آزما رہے ہیں۔ بلکہ اس کی بنیاد ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کی انگریز سامراج کی وضع کردہ پالیسی تھی۔ اس فصل کی ابتداء اسی پالیسی سے کی جا رہی ہے۔

الف۔ ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کی پالیسی:

لڑاؤ اور حکومت کرو کی یہ پالیسی پہلے پہل ہندوستان میں انگریز قبضہ کے وقت سامنے آئی۔ لارڈ ایلن ۱۹۴۸ء میں کہا تھا کہ میں اس یقین کی طرف سے آنکھیں بند نہیں کرسکتا کہ قوم (مسلمان) بنیادی طور پر ہماری دشمن ہے۔ اس لیے ہماری حکمتِ عملی ہندوؤں سے مصالحت کی ہے۔ پھر ہندو مسلمان کے برعکس انگریزوں سے بہت خوش ہیں۔ یہ

نہایت ناعاقبت اندیشی ہوگی کہ جب ہمیں ۱۰/۱ آبادی کی مخالفت کی یقین واثق ہوتو ہم ۱۰/۹ وفادار آبادی کی پر جوش معاونت حاصل نہ کر پائیں۔(۱)

انگریزی شہنشاہیت کے لیے ہندوستان کی متحدہ قومیت سے زیادہ کوئی اور چیز خطرناک نہیں ہوسکتی تھی۔انگریز اچھی طرح سمجھتے تھے کہ ہندوستان میں رہنے والی تمام مذہبی اقلیتوں اور اکثریت کا اتحاد اور ہندوستان میں برطانوی سلطنت کا قیام دو متضاد چیزیں ہیں یا تو تمام مذاہب کے پیروکاروں کا اتحاد برقرار رہ سکتا تھا یا ہندوستان پر انگریزوں کا تسلط۔خاص طور پر ہندو۔مسلم اتحاد ان کے اقتدار کے لیے زبردست خطرہ تھا ظاہر ہے وہ اس اتحاد کو کیسے برداشت کر لیتے۔(۲)

اس اتحاد کا خاتمہ کرنے کے لیے انہوں نے ایک انوکھا نسخہ تجویز کیا وہ یہ کہ آبادی کے ان دو بڑے عناصر میں جو تمدنی اور معاشی توازن برقرار تھا اسے بگاڑ دیا جائے اور جب یہ توازن بگڑے گا تو ایک فرقہ دوسرے فرقے کے مقابلے میں آجائے گا۔لیکن سوال یہ تھا کہ اس توازن کو بگاڑا کیسے جائے کس فرقے کا ساتھ دیا جائے اور کس فرقے کا ساتھ نہ دیا جائے۔مسلمانوں کے ہاتھوں سے انہوں نے ابھی ابھی حکومت چھینی تھی۔چنانچہ وہ حکومت کی واپسی کے لیے بغاوت پر آمادہ ہو سکتے تھے۔اس وجہ سے انہیں شک وشبہ کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔خود مسلمانوں نے انگریزوں سے لاتعلقی اور بائیکاٹ کی راہ اپنائی۔

جب کہ ہندوؤں نے زندگی کے اس نئے رابطے کو اپنانا شروع کر دیا۔۱۸۸۵ء میں نیشنل کانگریس کے قیام کے بعد جب ہندوستان کی قومی تحریک کا باقاعدہ آغاز ہوا تو مسلمان اس کی موافقت میں نہ تھے اسی دوران ہندوستان میں جب نومنتخب ادارے وجود میں آنے لگے تو مسلمان اپنی سیاسی اور معاشی پسماندگی کے سبب گھبراہٹ میں مبتلا ہو گئے۔یہیں سے حکومت برطانیہ کا جداگانہ اور فرقہ وارانہ انتخابات کا کھیل رچانے کا زریں موقع ہاتھ آیا۔برطانوی راج نے ہندوستان کے مختلف طبقوں اور فرقوں کی ترقی کے توازن کو بگاڑ کر انہیں بے دست و پا کر دیا کہ وہ جداگانہ انتخابات اور تحفظات کا مطالبہ کرنے لگے۔ہندوستان میں اقلیتوں کا مسئلہ شاید جنم نہ لیتا اگر یہاں آبادی کے مختلف فرقوں اور گروہوں کی ترقی کی رفتار یکساں رہتی۔(۳)

۱۸۴۹ء میں جن انگریزوں کا پنجاب پر قبضہ ہوا۔اس وقت پنجاب میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان مذہبی اور سماجی جڑیں بے حد مضبوط تھیں۔دونوں کے درمیان مذہبی رواداری کا اندازہ پنجابی شاعر شاہ محمد کے مندرجہ ذیل اشعار سے ہوسکتا ہے۔

''راضی بہت رہندے مسلمان ہندو
سراں دونہاں دے اُتے آفات آئی
شاہ محمد! وچ پنجاب دے جی
کدے نہیں سی تیسری ذات آئی''(۴)

ب۔قیامِ پاکستان اور قتلِ عام:

پاکستان عالم وجود میں آ گیا۔اس طرح کہ خون کا ایک قطرہ بھی اس جدوجہد میں نہیں گرا۔یہ تاریخِ سیاستِ عالم کا انوکھا اور حددرجہ حیرت انگیز واقعہ تھا۔

لیکن پاکستان بنتے ہی عقوبت،تعزیر اور انتقام کا سلسلہ شروع ہوگیا۔پاکستان کا قیام مسلمانوں کے لیے ایک جرم بن گیا اور اس جرم کی سزا دی جارہی تھی۔

ٹرینیں روک روک کر مسافروں کو اتارا جاتا تھا اور بے تحاشا انہیں قتل کر دیا جاتا تھا۔ماؤں کے سامنے بچوں کے ٹکڑے کر دیے جاتے تھے۔بوڑھے باپ کے سامنے اسی کا جوان لختِ جگر ذبح کر دیا جاتا تھا۔بوڑھی عورتیں مارڈالی جاتی تھیں اور جوان عورتیں قبضہ میں لے لی جاتی تھیں۔جو قافلے پیادہ آرہے تھے ان پر بھی یہی گزر رہی تھی یا شاید اس سے بھی کچھ زیادہ۔

مشرقی پنجاب کے یہ جگر نگار واقعات مغربی پنجاب کے مسلمانوں پر بھی اثر انداز ہوئے۔وہ بھی حوش وحواس کھو بیٹھے اور انہوں نے ہندوؤں اور سکھوں سے انتقام لینا شروع کر دیا۔جو یہاں رہتے تھے جن کا مشرقی پنجاب کے فساد میں کوئی حصہ نہیں تھا۔

قائداعظم سچے مسلمان،کھرے قائد تھے۔بااصول سیاست دان تھے۔ان کا دل مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے قتلِ عام پر خون کے آنسو رو رہا تھا۔لیکن مغربی پنجاب میں وہ غیر مسلموں کا بے تحاشہ قتل اور لوٹ مار بھی گوارہ نہیں کر سکتے تھے۔فسادات کی خبریں جب متواتر اور تسلسل کے ساتھ اِن کے کانوں تک پہنچیں تو وہ دارالحکومت کراچی سے اپنی گرتی ہوئی صحت اور ضعف کے باوجود بھی لاہور تشریف لے گئے کہ بہ چشمِ خود حالات کا مشاہدہ کرسکیں۔مغربی پنجاب کے مسلمانوں کو سکھوں اور ہندوؤں پر زیادتی کرنے سے روکیں اور مشرقی پنجاب سے مسلمانوں کے لٹے پٹے جو قافلے آ رہے تھے ان کے دکھ درد کا مداوا جس حد تک بھی ممکن ہو کریں۔(۵)

پنجاب میں جو کچھ ہوا سندھ پر اس کا خاص اثر نہ پڑا۔ سندھ میں ہندو مسلمان، شیعہ سنی امن سے رہا کرتے تھے۔ پورے ہندوستان کو طوفان کی لپیٹ میں لینے والے نتیجے میں سندھ پاکستان کا حصہ بن گیا، اور بیشتر ہندوؤں کو سندھ سے نکلنا پڑا۔ اس کے باوجود یہ امر اطمینان کا باعث ہے کہ ان میں مخالفانہ جذبات پیدا نہ ہوئے۔

بہت سے سندھی مہاجر اپنے ساتھ ''سندھو جل'' اور سندھ کی تھوڑی سی مٹی بطور تبرک لے گئے تھے۔ ممتاز سندھی صحافی پیر حسام الدین راشدی لکھتے ہیں۔ دراصل سندھ کو بنانے والے اور اس کو سجانے اور اس کو سنوارنے والے ہندو ہی تھے۔ انہوں نے دنیا کے کونے کونے سے دولت کما کر سندھ کو مالا مال کیا۔ انہوں نے بڑے بڑے مکان بنائے۔ آج ہم ان مکانوں کی ٹھیک سے دیکھ بھال بھی نہیں کر پاتے۔ سندھ کے اصل مالک ہندو تھے۔ تعلیم، ملازمتیں، بیوپار، زمینیں سب انہیں کی تھیں۔ انہیں شکایت ہے کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے ساتھ مہربان بڑے بھائی کا سا برتاؤ نہیں کیا۔ ممکن ہے وہ ٹھیک کہتے ہوں؟ شاید ہندوؤں کو مسلمانوں کے لیے اور زیادہ کام کرنا چاہیے تھا، مگر ہندوؤں کے قائم کیے ہوئے اسکول، کالجز، ہسپتال اور دوسرے ادارے مسلمانوں کے لیے کھلے ہوتے تھے اس کے برعکس مسلمان دولت منداور زمینداروں نے کبھی کسی سے کچھ نہ کیا۔ نہ ہندوؤں کے لیے نہ مسلمانوں کے لیے۔ (۶)

یہ ہولناک دور تھا مسلمانوں کے قاتلوں کے قافلے اپنے گھریلو سامان بیل گاڑیوں پر لادے پاکستان آرہے تھے۔ قتل و غارت عام تھی واہگہ بارڈر کے راستے جب مہاجرین بھارت سے روانہ ہوتے تو کیپوچن فادر قافلوں کے آگے خود ہوتے اس طرح وہ مسلمان مہاجرین کو بخیر و عافیت پاکستان لے آتے تھے۔

فادر فرینک ان مسیحوں کو جو امرتسر میں رہ گئے اور لاہور اپنے رشتے داروں کے پاس آنا چاہتے تھے انہیں راہ داری بنا دیتے اور انہیں مہاجرین کے کیمپ میں چھوڑ آتے۔ اسی طرح نارووال کے فادر سلیسیس بڑے بہادر اور دلیر انسان تھے۔ جب ہندوؤں کا جتھہ بھارت کو روانہ ہوتا تو وہ جتھے کے آگے خود ہوتے۔ فسادی فادر صاحب کو دیکھ کر سمجھ جاتے تھے کہ یہ مسیحی لوگ ہیں۔ اس لیے وہ انہیں کچھ نہ کہتے تھے اور جانے دیتے تھے۔ بالکل اسی طرح جب بھارت سے مسلمان پاکستان آتے تھے تو وہ اس قافلے کو ساتھ لے کر ان کے آگے ہوتے تھے اور اپنی قیادت میں صحیح سلامت پاکستان لے آتے تھے۔

یہ سلسلہ تقریباً تین، چار ماہ تک چلتا رہا، اور فادر سلیسیس نے خوب نبھایا اور کسی کا بھی جانی نقصان نہ ہوا۔ (۷)

ان حالات میں پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ اس سلسلہ میں جہاں اور لوگوں کی خدمات تھیں۔ وہاں اقلیتوں کے مثبت کردار کو بھی نذر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جنہوں نے ہجرت کے اس عمل کو پرامن بنانے میں اپنا کردار ادا کیا۔

۲۔حکومت میں شمولیت کی دعوت:

جب پاکستان وجود میں آیا تو اقلیتی نمائندوں نے جمہوری اور سیاسی عمل میں بھرپور حصہ لیا۔ پاکستان کی مرکزی دستور ساز اسمبلی میں بارہ اقلیتی نمائندے موجود تھے۔ اسی طرح مشرقی پاکستان، سندھ، سرحد اور پنجاب کی صوبائی اسمبلیوں میں بھی اقلیتی نمائندوں کی مناسب تعداد اپنا سیاسی اور عوامی کردار ادا کر رہی تھی۔

مشرقی پاکستان میں پاکستان نیشنل کانگریس نے (جو انڈین نیشنل کانگرس کی پاکستانی شکل تھی) خاصی تعداد میں اپنے نمائندے صوبائی اسمبلی میں بھیجے تھے۔ جن میں اکثریت کا تعلق ہندو مذہب سے تھا۔ سندھ کی صوبائی اسمبلی میں بھی بیشتر اقلیتی نمائندے ہندو تھے۔ پنجاب کی صوبائی اسمبلی میں چار اقلیتی نمائندے دیوان بہار ایس۔ پی سنگھا، سی اے گبن، فضل الٰہی اور بی۔ ایل الیارام مسیحی تھے۔ جنہوں نے ریڈکلف ایوارڈ میں پنجاب کے بعض علاقوں کی پاکستان میں شمولیت کے سلسلے میں اہم کردار ادا کیا۔ قیام پاکستان کے بعد سی۔ ای گبن پنجاب اسمبلی کے پہلے سپیکر منتخب ہوئے۔ مرکز میں پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں بھی مسیحی، پارسی اور بدمت کے پیروکار اور ان میں سے بیشتر کا تعلق پاکستان نیشنل کانگریس اور مشرقی پاکستان سے تھا۔

جوگندر ناتھ منڈل جو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے پہلے صدر چنے گئے تھے اچھوت تھے۔ دیگر ارکان میں کرن شنکر رائے دھیریندر ناتھ دتہ، پریم ہری برما، راج کمار چکروتی، سرس چٹوُ اُپادھیا، پھپھوندر کمار دتہ، جنید چندر موجمدار، بیرت چندر منڈل، سری ڈی اے، سچیند رنا رائن سانیال، ہریندر کمار سور، گنگا سرن، لال اوتار، نارائن گجرال اور بھیمن سین سچر شامل تھے آخر الذکر کا تعلق پنجاب اسمبلی سے تھا۔

الف۔ دستور ساز اسمبلی کا پہلا اجلاس (اقلیتی نمائندگی)

دستور ساز اسمبلی کے پہلے اجلاس میں اقلیتی نمائندوں نے اپنے وجود کی پہچان کروانا شروع کر دی اجلال کے تیسرے ہی روز ۱۲ اگست ۱۹۴۷ء کو وزیر اعظم لیاقت علی خان (جنہیں مشرقی پاکستان سے دستور ساز اسمبلی سے نشست دی گئی تھی) کی تحریک پر شہریوں اور اقلیتوں کے بنیادی حقوق کی کمیٹی تشکیل دینے کی قرارداد منظور کی گئی۔ (۹)

اس پندرہ رکنی کمیٹی میں پانچ اقلیتی رکن، بھیم سین سچر، راج کمار چکروتی، پریم مہری برما، بیرت چندر منڈل اور جوگندر ناتھ منڈل بھی شامل تھے۔ اس کے فوراً بعد وزیر اعظم نے ہی محمد علی جناح کے نام کے ساتھ سرکاری طور پر قائداعظم کا لقب استعمال کرنے کی قرارداد پیش کی۔

اقلیتی نمائندوں نے اس پر کھل کر بحث کی بھوپندر کمار دتہ کے قرارداد کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ انہیں امید ہے کہ اسمبلی کے صدر خود وزیراعظم سے اس قرارداد کو واپس لینے کے لیے کہیں گے۔ (۱۰)

اس کے ساتھ ہی سریش چندر چٹو پادھیا نے بھی تحریک کی مخالفت کی اور کہا کہ صدر محمد علی جناح خود اپنے لیے کسی ایسے لقب کو پسند نہیں کریں گے۔ دتہ نے مخالفت کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ وہ ایسا اصولوں کی بنیاد پر کہہ رہے ہیں اس کا یہ ہرگز مقصد نہیں کہ وہ محمد علی جناح کے احترام پر حملہ کر رہے ہیں بلکہ یہ کہہ رہے ہیں اصولاً شخصیات کے لیے ایسے القابات ہونے ہی نہیں چاہیں لیکن انہیں امید ہے کہ پورا ایوان اور خود محمد علی جناح اصولوں کی بنیاد پر اس لقب کی مخالفت کریں گے۔ (۱۱)

اچھوت اقلیتی راہنما جوگندر ناتھ منڈل نے قرارداد کی حمایت میں تقریر کی۔ میاں افتخار الدین سمیت مسلمان ارکان بھی قرارداد کے حق میں بولے۔ (۱۲)

پہلے اجلاس کے چاروں روز کی کاروائی میں جن اقلیتی ارکان نے بحث میں کھل کر حصہ لیا ان میں پاکستان کے پہلے وزیر قانون جوگندر ناتھ منڈل کے علاوہ بھیم سین سچر، دھیریندر ناتھ دتہ پروفیسر راج کمار چکروتی، کرن شنکر رائے، سرس چندر چٹو پادھیا، بھوپندر کمار دتہ اور سچندر ناتھ سانیال کے نام قابل ذکر ہیں۔

ب۔ پہلی دستور ساز اسمبلی کا دوسرا اجلاس (اقلیتی نمائندگی)

پہلی دستور ساز اسمبلی کا دوسرا اجلاس فروری ۱۹۴۸ء کو منعقد ہوا تو اس میں اقلیتی ارکان نے اظہار رائے کے اپنے جمہوری حق کا استعمال اور اپنی جمہوری ذمہ داری کو پورا کرنے کی بھرپور کوششیں کیں۔

۲۵ فروری ۱۹۴۸ء کے اجلاس میں جس کی صدارت قائداعظم محمد علی جناح کر رہے تھے۔ دھریندر ناتھ دتہ نے ایک ترمیمی قرارداد میں مطالبہ کیا کہ ایوان میں انگریزی کے ساتھ ساتھ بنگالی کو بھی استعمال کا حق ملنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ بنگال اگرچہ ایک صوبائی زبان ہے۔ لیکن یہ ملک کی اکثریت کی زبان ہے۔ چھ کروڑ نوے لاکھ کی آبادی میں ۴ کروڑ چالیس لاکھ لوگوں کی مادری زبان بنگالی ہے۔ اس لیے اس زبان کو اس کی حیثیت ملنی چاہیے۔ لیکن عملی صورت یہ ہے کہ اگر ایک عام بنگالی ڈاکخانے میں جاتا ہے تو اسے منی آرڈر کا فارم بھی اردو میں چھپا ہوا ملتا ہے۔

اسی طرح اسٹامپ پیپرز بھی اردو یا انگریزی زبان میں ہوتے ہیں۔ ان خیالات کی تائید ایک اور رکن نے بھی کی۔ (۱۳)

بنگالی زبان کے سوال کورد کرتے ہوئے وزیراعظم لیاقت علی نے کہا ملک برصغیر کے دس کروڑ لوگوں کے مطالبے پر حاصل کیا گیا، اوران دس کروڑ عوام کی زبان اردو ہے، اور مسلمانوں کی زبان کو ہی رابطے کی زبان کا درجہ ملنا چاہیے۔ صرف اردو ہی مشرقی اور مغربی عوام کے حصے کو متحد کرسکتی ہے۔ کسی بھی قوم کے لیے ضروری ہے کہ اس کی صرف ایک زبان ہو اور پاکستان میں وہ صرف اردو زبان ہوسکتی ہے اور کوئی دوسری نہیں۔ (۱۴)

ہری چندر چٹوپادھیا نے بحث میں حصہ لیتے ہوئے کہا کہ انہیں یہ سن کر دکھ ہوا ہے کہ پاکستان ایک مسلم ریاست ہے۔ کافی عرصے سے ان کا خیال تھا کہ پاکستان ایک عوامی ریاست ہے، اور اس کا تعلق مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں سے بھی ہے۔ (۱۵)

ج۔ ۲ مارچ ۱۹۴۸ء کا اجلاس (اقلیتی نمائندگی)

۲ مارچ ۱۹۴۸ء کے اجلاس میں انڈیا یا انڈیپنڈنٹ ایکٹ ۱۹۴۸ء میں گورنر جنرل کے وسیع اختیارات میں مزید ایک سال کی توسیع کی قرارداد پیش ہوئی تو ایوان میں موجود ننھی سی حزب اختلاف کے ارکان نے اس قرارداد کی بھرپور مخالفت کی دھریندر ناتھ دتہ نے کہا کہ وہ اصولی بنیادوں پر اس بل کی مخالفت کرتے ہیں۔ (۱۶)

د۔ پاکستان کا پہلا اچھوت وزیر:

قیامِ پاکستان کے فوراً بعد، قائداعظم نے جو پہلی کابینہ تشکیل دی اس میں جوگندر ناتھ منڈل کو (جو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے پہلے اجلاس کے اولین صدر بھی منتخب کیے گئے تھے۔) پاکستان کا پہلا وزیر قانون مقرر کیا۔ قانون کے ساتھ ساتھ انہیں صحت اور محنت کے اہم شعبے بھی دیے گئے۔ (۱۷)

نتیجہ:

یہ امر اس بات کو ثبوت ہے کہ حکومتِ پاکستان پہلے روز سے ہی اقلیتوں کو مناسب نمائندگی دینے کے حق میں تھی اور وہ اس کا عملی مظاہرہ بھی کررہی تھی۔

فصل دوم

مخلوط اور جداگانہ انتخابات

تمہید:

جداگانہ اور مخلوط انتخابات کا مسئلہ ۱۹۵۲ء سے لے کر ۲۰۰۱ء تک کے طویل عرصہ میں پھیلا ہوا ہے۔ اس عرصہ میں مختلف سیاسی ادوار میں دونوں طرز کے طریقہ انتخاب کو آزمایا گیا، مگر پھر بھی جداگانہ انتخاب کا طریقہ ہی غالب رہا، اگرچہ ان ادوار میں اقلیتی نمائندگان کی طرف سے بھی جداگانہ طرزِ انتخاب کی تائید وتنقید بھی سامنے آتی رہی۔ یہ امر بھی درست ہے کہ ہر دور میں اقلیتی نمائندگان کی طرف سے مخلوط طرزِ انتخاب پر ہی زور دیا گیا۔ اس فصل میں ان تمام ادوار کا تفصیل سے جائزہ لیا جائے گا۔

ا۔ جداگانہ انتخابات کی بحث:

۱۹۵۲ء تک اقلیتوں کے مسائل سے کافی مباحث سامنے آچکی تھیں لیکن جداگانہ یا مخلوط انتخابات کے حوالے سے کوئی مسئلہ سامنے نہ آیا تھا۔ یہ مسئلہ فروری ۱۹۵۲ء میں پہلی بار اس وقت ابھر کر سامنے آیا جب مشرقی پاکستان کے اچھوتوں کو اونچی ذات کے ہندوؤں سے الگ کر کے انہیں جداگانہ انتخابات کا حق دینے کے لیے ۱۹۳۵ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں ترمیم کی گئی۔ یہ اقدام مشرقی پاکستان میں عنقریب ہونے والے صوبائی انتخابات کے سلسلے میں کیا گیا۔

الف۔ ۱۹۳۲ء کا کمیونل ایوراڈ (جداگانہ انتخابات)

متحدہ بھارت میں پسماندہ اقوام یا اچھوتوں کو ۱۹۳۲ء کے کمیونل ایوارڈ میں جداگانہ انتخابات کا حق دیا گیا تھا۔

ان کے رہنما بی آر امبیدکر نے ہندوؤں کی شدید مخالفت کے باوجود جداگانہ انتخابات کے لیے زبردست جدوجہد کی تھی۔امبیدکر کا یہ مطالبہ ''گاندھی'' کی بھوک ہڑتال کی دھمکی کے باعث قبول کرلیا گیا تھا۔(۱۸)

۱۹۳۵ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں کمیونل ایوارڈ میں ترمیم کر کے جداگانہ انتخابات کی بجائے پسماندہ اقوام کی نشستیں مختص کردی گئیں جس کے نتیجے میں ہندوؤں اور پسماندہ اقوام نے مشترکہ طور پر ووٹ دیئے۔

ب۔قیام پاکستان اور۱۹۳۵ء کا ایکٹ:

قیامِ پاکستان کے بعد مسلم لیگ کی حکومت ۱۹۳۵ء کے ایکٹ میں ترمیم کر کے پسماندہ اقوام کو ہندوؤں سے دوبارہ الگ کرنا چاہتی تھی۔ ہندو ارکان اسمبلی نے اس ترمیمی بل پر زبردست ناراضگی کا مظاہرہ کیا۔بل پیش کرتے ہوئے وزیرِ قانون عبدالستار پیرزادہ نے کہا کہ جداگانہ انتخابات سے ہی پسماندہ یا اچھوت اقوام کے مفادات کا تحفظ کیا جاسکتا ہے اور انہیں سیاسی استحکام اور سماجی برابری کا درجہ دلایا جاسکتا ہے۔(۱۹)

ہندو ارکان نے اس بل کو اپنے مذہبی معاملات میں مداخلت قرار دیا اور خدشہ ظاہر کیا کہ اس عمل سے ہندو کمیونٹی دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گی۔

i۔سریش چٹو اُپادھیا اور دیگر ارکان کا اختلاف:

سریش چٹو اُپادھیا نے اس نئے نظام کی مخالفت کرتے ہوئے کہا۔

ہمیں تقسیم مت کریں۔۔۔ہمیں تقسیم کرنے سے چھوت چھات یا ذات پات کا نظام ختم نہیں ہوسکتا۔(۲۰)

ایک اور ہندو رکن نے کہا اس تقسیم سے علیحدگی پسندوں کو فروغ ملے گا اور سماجی یکجہتی متاثر ہوگی۔انہوں نے کہا۔

اگر آپ انہیں جداگانہ سیاسی یونٹوں کے طور پر الگ کیا تو وہ علیحدہ طور پر اپنے سیاسی مفادات کے بارے میں سوچنا شروع کردیں گے اور ایک وقت آئے گا جب زندگی کے تمام شعبوں میں علیحدگی پسندی کا غلبہ ہو جائے گا۔(۲۱)

قصہ مختصر، ہندو ارکان تمام مذہبی اقلیتوں کے لیے مخلوط انتخابات کے حامی تھے تاہم وہ پسماندہ اقوام، مسیحیوں اور بدھ مت کے پیروکاروں کے لیے نشستیں مخصوص کرنے پر اتفاق کرتے تھے۔پسماندہ اقوام کی اکثریت بھی اس انتظام کی حمایت کرتی تھی اور ان کی فیڈریشن نے ۱۹۴۹ء میں ہی مخلوط انتخابات کے انتظام کے تحت ان کے لیے نشستیں مختص کرنے کے حق میں ایک قرارداد منظور کی تھی۔

ج۔ اکتوبر۱۹۵۳ء (بنیادی حقوق کی رپورٹ اور جداگانہ انتخابات)

اکتوبر۱۹۵۳ء میں جب آئین کے مسودے پر بحث ہو رہی تھی تو یہاں بھی انتخابی مسئلہ زیرِ بحث آیا اور وہ نکتہ جداگانہ انتخابات سے متعلق تھا۔ جسے کمیٹی کی رپورٹ میں نافذ کرنے کی سفارش کی گئی تھی۔

بی۔سی منڈل، پی ایچ برمن اور آر۔ کے چکرورتی نے اپنے اختلافی نوٹ میں لکھا کہ جداگانہ انتخابات کا نفاذ نہ اقلیتوں کے حق میں ہے اور نہ ریاست کے، برطانوی دور میں لوگوں کو صرف دو خانوں میں بانٹا گیا اور اب انہیں پانچ خانوں میں بانٹا جا رہا ہے۔ جداگانہ انتخابات کے ذریعے منتخب ہو کر آنے والے ارکان کا نقطہ نظر فرقہ وارانہ ہوگا جس سے مختلف مذہبی اقلیتوں اور ریاست کی یکجہتی کو نقصان پہنچے گا۔ ارکان فرقہ وارانہ اکثریت اور فرقہ وارانہ اقلیت میں تقسیم ہو جائیں گے۔ (۲۲)

i۔ کمیٹی کے دو اقلیتی ارکان کا اختلاف:

یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ اس کمیٹی کے دو اقلیتی ارکان اینگلو پاکستانیوں کے نمائندے سی ای گبن اور بدھوں کے نمائندے پی۔بی باؤرا نے نہ صرف اپنے آپ کو اس اختلافی نوٹ سے الگ کر لیا بلکہ تینوں ہندو ارکان سے بھی ایسا کرنے کو کہا۔ اسمبلی میں ایک اور اقلیتی رکن اور پارسیوں کے نمائندے پی۔بی بھنڈارا نے بھی اس اختلافی نوٹ سے اختلاف کیا۔

د۔ دوسری دستور ساز اسمبلی اور انتخابی مسئلہ:

پہلی دستور ساز اسمبلی کے مسلم ارکان کی اکثیرت کا تعلق مسلم لیگ سے ہی تھا اور وہ سب کے سب جداگانہ انتخاب کے حامی تھے لیکن ۱۹۵۵ء میں منتخب ہونے والی دوسری دستور ساز اسمبلی کا کسی ایک واحد مسلم جماعت سے تعلق نہیں تھا۔ اس اسمبلی کے مسلم ارکان مسلم لیگ کے ساتھ ساتھ چار دوسری جماعتوں ۔۔عوامی لیگ، نظامِ اسلام، کرشک سرامک پارٹی اور گن تنتری سے بھی تعلق رکھتے تھے۔ چنانچہ انتخابی مسئلے کی بحث میں مسلم ارکانِ اسمبلی کئی گروہوں میں بٹے ہوئے تھے اور اس بارے میں کوئی واضح اور دوٹوک رائے نہیں رکھتے تھے جب کہ ہندو ارکان مخلوط انتخابات کے سوال کے ساتھ پہلے ہی کی طرح جُڑے ہوئے تھے۔ (۲۳)

۱۹۵۴ء میں پاکستان نیشنل کانگریس کے رہنما سریش چندر چٹوپادھیا نے کہا تھا:

''میری لغت میں اکثریت، یا اقلیت جیسا کوئی لفظ نہیں ہے۔ میں نے اپنے آپ کو اقلیتی

کمیونٹی ایک کمیونٹی یا دوسری کمیونٹی کا رکن تصور نہیں کرتا۔ میں اپنے آپ کو سات کروڑ عوام میں
سے ایک سمجھتا ہوں مجھے کوئی سہولتیں نہیں چاہئیں۔ قانون ساز اسمبلی سے مجھے مخصوص نشستیں نہیں
چاہئیں۔ میں کہتا ہوں میرے لیے وہی قانون وضع کریں جیسے سب کے لیے ہیں۔'' (۲۴)

جنوری ۱۹۵۶ء میں جب آئین کا مسودہ بحث کے لیے پیش ہوا تو اس وقت بھی انتخابی مسئلے پر کافی بحثیں ہوئیں۔ اس طرح دسمبر ۱۹۵۵ء کے اختتام پر یہ طے ہوا کہ انتخابی مسئلے پر ایک علیحدہ بل دستور ساز اسمبلی میں پیش کیا جائے گا۔ اس مسئلے پر دسمبر ۱۹۵۵ء سے فروری ۱۹۵۶ء تک مخلوط پارٹی کے متعدد اجلاس ہوئے جو سب کے سب ناکام ہوئے۔ (۲۵)

۲ جنوری ۱۹۵۶ء کو انتخابی طریقِ کار کے حوالے سے شائع ہونے والی رپورٹ کے باعث بے یقینی کی فضاء میں مزید اضافہ ہوا۔ اے کے فضل الحق کے بارے میں بتایا گیا کہ اس مسئلے پر ابھی تک فیصلہ نہیں ہوا اور اب اُسے دستور ساز اسمبلی میں پیش کیا جائے گا۔ (۲۶)

۱۹ فروری کو اخبارات نے لکھا کہ دستور ساز اسمبلی کے متحدہ محاذ کے ارکان نے انتخابات کے مسئلے پر دو طویل اجلاس کیے جو کسی فیصلہ کن نتیجے پر پہنچنے کے بغیر ختم ہو گئے۔ یہ بھی بتایا گیا کہ اس مسئلے کو دستور کی منظوری تک ملتوی کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ (۲۷)

ہ۔ دستور ساز اسمبلی (انتخابی مسئلہ کا فیصلہ)

۱۹۵۶ء کو دستور ساز اسمبلی نے ۲۱ فروری کو بحث کا آغاز کیا۔ انتہائی بحث و مباحثہ کے بعد اور جداگانہ انتخابات پر اختلاف کے باوجود اکثریت نے اس مسئلہ کا آسان حل یہ نکالا کہ انتخابی نظام کے سوال کو ملتوی کر دیا جائے اور اسے مستقبل کی اسمبلیوں پر چھوڑ دیا جائے اور ان کے فیصلوں میں مخلوط اور جداگانہ انتخاب کا حتمی فیصلہ کیا جائے۔ جب انتخابی نظام کے مسئلے کو ملتوی کرنے کی مخلوط حکومت کی قرارداد پر رائے شماری شروع ہوئی تو تین ارکان کے سوا باقی تمام ہندو ارکان نے قرارداد کے خلاف ووٹ دیے۔ تین اقلیتی ارکان میں کے۔ کے دتہ، اے کے داس اور دونوں مرکزی وزراء بھی تھے۔ مغربی پاکستان کے سیرومل کرپال داس نے قرارداد کی حمایت میں ووٹ دیا۔ مشرقی پاکستان کے ایک صوبائی وزیر جو اس وقت تک مستعفی ہو چکے تھے نے قرارداد کی مخالفت میں ووٹ دیا۔ (۲۸)

اس تحریک پر مخالفت کی بحث کے دوران تمام ہندو ارکان نے پارٹی وابستگیوں سے قطع نظر مخلوط انتخابی نظام کو آئین میں شامل کرنے پر زور دیا۔ ان میں سے اکثریت نے اس مسئلے کو ملتوی کرنے کی مخالفت کی۔

ایس۔ کے۔ سین دیونائٹڈ پروگریسو پارٹی، نے کہا کہ اس مرحلے پر جب تمام ملک کے راہنما اسمبلی میں موجود

ہیں تو اس معاملے کو مستقبل میں صوبائی اسمبلیوں پر چھوڑنے کی کوئی وجہ نہیں۔ بی۔ کے۔ دتہ (کانگرس) نے مخلوط انتخابات کے فوری نفاذ کا مطالبہ کیا۔

انہوں نے کہا: ہم مسلمانوں کے ساتھ ایک ہو کر رہنا چاہتے ہیں سیاسی طور پر، نہ کہ مذہبی طور پر، مخلوط پارٹی کے راہنما اے۔ کے فضل الحق نے معاملے کو ملتوی کرنے کی وجوہات بیان کرتے ہوئے کہا: ''مخلوط یا جداگانہ انتخابات کے مسئلے پر مشرقی اور مغربی پاکستان کی رائے اس قدر بٹی ہوئی ہے کہ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ کس بات کو مانا جائے اور کسے رد کیا جائے خود اس ایوان میں دو مسیحی ارکان ہیں۔ ایک میرے دوست سی۔ ای۔ گبن اور دوسرے مسٹر گومیز، مسٹر گبن جداگانہ انتخابات کے حامی ہیں اور مسٹر گومیز مخلوط انتخابات کے حق میں ہیں۔ اس کا فیصلہ کون کرے گا کہ دونوں میں سے کون درست ہے۔ مسٹر گبن یا مسٹر گومیز؟(۲۹)

و۔ مشرقی پاکستان: مخلوط انتخابات، مغربی پاکستان: جداگانہ انتخابات:۔

اکتوبر ۱۹۵۶ء تک انتخابی مسئلہ میں پاکستان کے دونوں بازوؤں کا مؤقف واضح ہو چکا تھا۔ قومی اسمبلی کی بحث میں سہروردی نے بڑے بھرپور طریقے سے مخلوط انتخابات کی وکالت کی۔ انہوں نے مسلم لیگ اور دائیں بازو کی تمام سیاسی جماعتوں کے خدشات کا ایک ایک کر کے جواب دیا۔ سب سے پہلے انہوں نے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی کہ جداگانہ انتخابات کا اصول دوقومی نظریہ پر نہیں ہے دوقومی نظریہ ۱۹۴۰ء کی قرارداد کے نتیجے میں سامنے آیا جب کہ دوسرا یہ کہ، جداگانہ انتخابات برصغیر میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کا ایک سیاسی ہتھیار تھا اور اب پاکستان میں مسلمان اکثریت میں ہیں ان کے مفادات کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔

تیسرا یہ کہ، مسلمانوں نے دوقومی نظریہ، ہندوستان کی تقسیم کے جواز میں پیش کیا تھا اور اب جب ایک بار پاکستان وجود میں آ گیا تو مسلمانوں کے لیے دوقومی نظریے کی بنیاد ختم ہوگئی۔(۳۰)

i۔ پورے ملک کے لیے مخلوط انتخابات:

قومی اسمبلی کے ڈھاکہ اجلاس کے چھ ماہ بعد حکمران عوامی لیگ نے پورے ملک کے لیے مخلوط انتخابات کی منظوری کے لیے جدوجہد شروع کر دی۔ حتیٰ کہ انتخابی (ترمیمی) بل ۱۹۵۷ء کے ذریعے بحث و تمحیص کے بعد پورے ملک کے لیے مخلوط انتخابات کے نظام کو تسلیم کر لیا گیا۔

یوں انتخابی مسئلہ پر ۱۹۵۲ء سے شروع ہونے والی جنگ مخلوط انتخابات کے حق میں ۱۹۵۷ء میں تمام ہوئی۔

لیکن بدقسمتی سے مخلوط انتخابات ملتوی ہو گئے۔ جب ۱۹۵۷ء میں آئی آئی چندریگر پاکستان کے وزیراعظم منتخب ہوئے تو اعلان کیا کہ عام انتخابات نومبر ۱۹۵۸ء میں ہوں گے۔ ری پبلکن کی حمایت واپس لینے کے باعث سہروردی ۱۱ اکتوبر کو وزارت سے مستعفٰی ہو گئے تھے ان کے مستعفٰی ہوتے ہی یہی انتخابی مسئلہ پھر سے زیر بحث آ گیا۔ نئے وزیراعظم ری پبلکن پارٹی، مسلم لیگ، نظام اسلام، اور کرشک سرامک پارٹی کی مخلوط وزارت کے سربراہ تھے۔ انہوں نے حلف اٹھاتے ہی اعلان کر دیا کہ ری پبلکن پارٹی قومی مفاد میں اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ مخلوط انتخابات کی جگہ جداگانہ انتخابات کا نظام رائج کیا جائے۔ (۳۱)

ز۔ مارشل لاء کے ادوار (جداگانہ انتخابات)

جداگانہ اور مخلوط انتخابات کی بحث اگرچہ دو عشروں تک چلتی رہی لیکن نا تو ایوب خان کی بنیادی جمہوریتوں کے تحت ہونے والے انتخابات اور نہ ہی ۱۹۷۰ء کے پہلے عام انتخابات میں جداگانہ انتخابات کا نظام نافذ کیا جا سکا۔ ۱۹۷۳ء کے آئین کے تحت ۱۹۷۷ء میں ہونے والے دوسرے عام انتخابات میں بھی مخلوط انتخابی طریقِ کار کو ہی اپنایا گیا۔ لیکن ضیاء مارشل لاء کے تحت، جب ۱۹۷۹ء کے بلدیاتی انتخابات ہوئے تو پہلی بار جداگانہ انتخابات کا ڈول ڈال دیا گیا۔ یہی صورت ۱۹۸۳ء کے بلدیاتی انتخابات میں پیش آئی۔

i۔ غیر جماعتی اور جداگانہ طریقِ انتخاب:

جنرل ضیاء کے دور میں ہی غیر جماعتی اور جداگانہ طریقِ انتخاب کی بنیاد پر پروگرام کا اعلان کیا گیا۔ جن میں اقلیتوں کے لیے کچھ نشستیں بڑھا دی گئیں، اگرچہ اقلیتوں نے غیر جماعتی طریقِ انتخاب کی بھی مخالفت میں صدائے احتجاج بلند کی۔ یہ نظام کچھ اس طریقے سے کام کرتا تھا۔

ملک بھر کے مسیحی ووٹر قومی اسمبلی کے لیے اپنے چار نمائندے منتخب کرنے کے لیے ایک حلقہ تصور ہوتے ہیں۔ اس طرح پنجاب کے مسیحی ووٹرز اکٹھے مل کر صوبائی اسمبلی کے لیے اپنے پانچ نمائندوں کا چناؤ کرتے ہیں۔ یہی حال دوسرے صوبوں اور اقلیتی نمائندوں کا تھا۔ (۳۲)

جنرل ضیاء الحق نے اپنے صدارتی فرمان نمبر ۱۶ بحریہ ۱۹۸۵ء کے تحت اقلیتوں کے لیے قومی اسمبلی کے لیے ۱۰ نشستیں مختص کیں۔ ان نشستوں پر جو امیدوار کامیاب ہوئے ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

مسیحی:

سیٹھ چمن داس گل جی بھگوان داس اور پرومل۔

سکھ/ بدھ/ پارسی و دیگر:

ایم پی بھنڈارا۔

احمدیوں کی اکیلی نشست پر کسی نمائندے نے کاغذات نامزدگی داخل نہیں کروائے چنانچہ یہ نشست کسی غیر مسلم خاتون کو دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ یوں اس نشست پر مسز لیلاں وتی، قومی اسمبلی کی رکن منتخب ہو گئیں۔ (۴۳)

ح۔ نیا جمہوری دور اور جداگانہ انتخابات:

۱۹۸۸ء میں ضیاء الحق کی حادثاتی موت کے بعد ایک نیا جمہوری نظام شروع ہوا جو کہ ۱۹۹۹ء تک چلا۔ مجموعی طور پر اقلیتوں پر یہ عرصہ بھی جداگانہ انتخابات کی صورت میں گزرا۔ اگرچہ سپریم کورٹ میں اس سلسلہ میں ایک دو کیسز بھی چلے مگر کوئی منطقی فیصلہ نہ ہو سکا۔

یہاں ایک بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ قومی اور صوبائی اسمبلی کے ارکان کی اکثریت نے ہمیشہ جداگانہ انتخابات کی حمائیت کی۔ انہوں نے اقلیتوں کے خلاف منظور ہونے والے بیشتر قوانین کے سلسلہ میں اپنی خاموش رضا مندی کا مظاہرہ کیا، اور پاکستان کے مرکزی دھارے کے ساتھ جڑنے کی کبھی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی۔ خصوصاً مخلوط انتخابات کو اپنا سیاسی ایجنڈا بنانے کے سلسلے میں وہ اکثر غیر سنجیدہ ثابت ہوئے۔ (۴۴)

یہ تضاد اس بات کا بین کا ثبوت ہے کہ اقلیتیں اپنے مؤقف میں مختلف آراء رکھتی تھیں۔

ط۔ ۲۰۰۲ء کے انتخابات (مخلوط انتخابات):

جیسا کہ اس فصل میں تفصیل سے ۱۹۵۲ء سے لے کر ۱۹۹۹ء تک کے حالات کا تذکرہ کر دیا گیا کہ کیسے کیسے پاکستان کی مذہبی اقلیتیں جداگانہ انتخابات کے خلاف اور مخلوط انتخابات کے حق میں جدوجہد میں مصروف ہیں۔

۲۰۰۱ء میں نیشنل کمیشن فار جسٹس اینڈ پیس نے ایک خصوصی مہم کے تحت ۴۰ دنوں میں مخلوط انتخابات کے حق میں ۲۰۰،۰۰۰ دستخط اکھٹے کیے۔ اس کارواں کو منزل ۱۷ جنوری ۲۰۰۲ء کو ملی، جب حکومت نے آئندہ انتخابات مخلوط طرز کی بنیاد پر کروانے کا اعلان کیا۔ تمام مذہبی اقلیتوں اور قومی سیاسی جماعتوں نے اس فیصلے کا خیر مقدم کیا۔ (۴۵)

مخلوط طرز انتخابات پر ہونے والے الیکشن ۲۰۰۲ء کی انتخابی مہم اور اس کے بعد مذہبی اقلیتوں کو پاکستانی سیاست

میں عزت واحترام ملا۔ تمام سیاسی جماعتوں کا مذہبی اقلیتوں سے رابطہ بحال ہوا۔ سیاسی جماعتوں کو کامیابی کے لیے مذہبی اقلیتوں کا مرہون منت ہونا پڑا۔ سیاسی جماعتوں نے اپنے منشور میں اقلیتوں کے حقوق کو جگہ دی، اور سیاسی جماعتوں نے اپنے اقلیتی ونگ قائم کیے۔ کئی سیاسی جماعتوں نے اپنے منشوروں میں اقلیتوں کے حقوق کو جگہ دی، اور سیاسی جماعتوں نے اپنے اقلیتی ونگ قائم کیے۔ کئی سیاسی جماعتوں نے مسیحی اور ہندو امیدواروں کو خصوصی نشستوں پر نامزد کرنے کے ساتھ ساتھ جنرل انتخابات میں ٹکٹیں دیں۔ ملک بھر میں تقریباً ۱۲ ہندو اور مسیحی امیدواروں نے مختلف جماعتوں کے ٹکٹ پر انتخابات میں حصہ لیا۔

تاہم صرف ایک ہندو امیدوار سندھ اسمبلی کے لیے نیشنل الائنس کے ٹکٹ پر منتخب ہوا ابتداء میں یہ کامیابی بہت اہمیت رکھتی تھی اگر سیاسی عمل جاری رہا تو بہت سے اقلیتی امیدوار جنرل انتخابات میں سرخرو ہو سکتے ہیں۔ (۳۶)

نتیجہ:

لہٰذا مخلوط اور جداگانہ طرزِ انتخابات پر ۱۹۵۲ء سے چلنے والی بحث اور جدو جہد ۲۰۰۲ء میں اپنے منطقی انجام تک پہنچی اور یہی طرزِ انتخابات ۲۰۰۸ء میں دہرایا گیا اور آج تک جاری ہے۔ اس طرزِ انتخابات پر پاکستانی اقلیتیں اب تک اظہارِ اطمینان کر رہی ہیں۔

فصل سوم

اقلیتی سیاسی پارٹیوں کا قیام اور مراعات:

تمہیداً:

اس بحث کے آغاز میں تاریخی جائزہ کے طور پر ایک ایسی سیاسی پارٹی کا ذکر ضروری ہے جو دراصل قیام پاکستان سے قبل بھی موجود تھی۔ جس کا نام انڈین نیشنل کانگرس تھا۔ قیام پاکستان کے بعد انڈین نیشنل کانگریس کے وہ لیڈر جو مشرقی پاکستان میں رہ رہے تھے۔ انہوں نے قیام پاکستان کے بعد اپنی پارٹی کا نام تبدیل کر کے پاکستان نیشنل کانگریس رکھ دیا تا کہ ان کا تشخص برقرار رہ سکے۔ لیکن یہ پارٹی انتہائی متنازعہ ہوگئی۔

قیامِ پاکستان کے بعد اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں غیر مسلموں یا مذہبی اقلیتوں کی تعداد ۱۴ فیصد تھی جن میں تیرہ فیصد صرف ہندو تھے۔ (۳۷) جو مشرقی پاکستان اور سندھ میں رہ گئے تھے۔ البتہ پنجاب میں نہ ہونے کے برابر تھے۔ مشرقی پاکستان میں ہندو کل آبادی کا پچیس فیصد یعنی ایک کروڑ نفوس پر مشتمل تھے۔ (۳۸)

کیوں کہ ۱۹۴۷ء تک ان میں اکثریت کا تعلق انڈین نیشنل کانگریس سے قائم تھا۔ جو پاکستان اور مطالبہ پاکستان کے شدید مخالف رہی تھی یہی وجہ ہے کہ مشرقی پاکستان اور سندھ کے ہندوؤں کا وجود ئ مملکت سے وفاداری کے ضمن میں شک وشبہ سے بالاتر نہیں سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ اس رویہ کا عالم یہ تھا کہ اسمبلیوں کے ارکان بھی غیر مسلم پاکستانی ارکان کو طعن وتر جیق کا نشانہ بنانے سے باز نہیں رہتے تھے۔ جس کی ایک مثال مندرجہ ذیل ہے ڈی۔ این دتہ (ہندو) نے اسمبلی کے فلور پر یہ بات کہی کہ بہت سے اقلیتی ارکان تقسیم ہند کے حق میں نہیں تھے۔ لیکن اب وہ پاکستان میں ہیں۔ انہوں نے پاکستان کو قبول کر لیا ہے۔

سید شمس الرحمان نے یک بیک اسمبلی کے فلور پر ہی جواب دیا ہندوؤں نے پاکستان کو ذہنی تحفظات کے ساتھ

قبول کیا ہے۔ (۳۹)

پاکستان کے بعض سیاسی ارکان کو پاکستان نیشنل کانگریس پے اعتراض تھا۔ کچھ ایسی ہی صورتِ حال آل انڈیا مسلم لیگ کے ساتھ تھی جس نے دسمبر ۱۹۴۷ء کے اپنے آخری اجلاس میں پرانا ڈھانچہ توڑ کر پاکستان مسلم لیگ کا روپ اختیار کر لیا تھا۔ ہندوستان میں اس کا وجود قائم تھا اور اس کے ارکان پاکستان کے لیے جدوجہد کرتے رہے اب وہ وہاں ہندوستان میں مسلمان اقلیت کے تحفظ کے لیے اس کے وجود کو ضروری سمجھتے تھے۔ جس طرح پاکستان نیشنل کانگریس پاکستانی اقلیتوں کے لیے اپنے کانگریسی تشخص کو ضروری خیال کرتی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں جس رویے کا مسلمان اقلیتوں کو سامنا تھا اس کے ردِ عمل کے طور پر پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے لیے مشکلات پیدا ہو چکی تھیں۔ جو کہ بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناحؒ کے اصولوں کے منافی رویہ تھا۔ جس کا خمیازہ آنے والی نسلوں کو سقوطِ ڈھاکہ جیسے المناک واقعہ کی صورت میں بھگتنا پڑا۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اس بارے میں قائد اعظمؒ کا ذہن بالکل صاف تھا۔ انہیں اپنی اقلیتوں پر پورا اعتماد تھا یہی وجہ ہے کہ قائد اعظمؒ ہندی مسلمانوں کو بھی ہندوستان کا وفادار رہنے کی تلقین کرتے تھے۔

۱۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو افواجِ پاکستان سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا تھا۔

> ''ہندوستان کے مسلمان بھائیوں سے میری نصیحت ہے کہ وہ اس مملکت کے سچے وفادار رہیں اور اس کے ساتھ ان کو اپنی از سرِ نو تنظیم کرنی چاہیے جو صحیح سمتوں میں ان کی راہنمائی کر سکے۔ مجھے حکومت ہند سے بھی یہ توقع ہے کہ جو لوگ اپنے وحشیانہ اور غیر انسانی ہتھکنڈوں سے ہندوستان کے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے پر تُلے ہوئے ہیں، حکومت ان سے مرعوب نہ ہو گی اور اپنے نام پر بدنامی نہ لگنے دے گی۔ اگر اقلیت کے مسئلے کا آخری حل وسیع پیمانے پر انتقالِ آبادی ہے تو اسے حکومت کی سطح پر طے کرنا چاہیے نہ کہ اسے خون کے پیاسے غنڈوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا چاہیے۔'' (۴۰)

اسی تناظر میں حُسین شہید سہروردی کا بیان سیاسی بصیرت کی اعلیٰ ترین مثال تھا۔ انہوں نے کہا تھا۔

> ''سب اقلیتوں کی وفاداری کی بات کرتے ہیں۔ دونوں ملکوں کی اکثریت کے وفادار ہونے کی بات بھی تو کرنی چاہیے۔'' (۴۱)

اقلیتوں کی بے وفائی کا نوحہ تو ہر کوئی کرتا رہا لیکن دنوں ممالک کی اکثریت کی وفاداری بھی قابلِ ستائش نہ تھی۔

ا۔مراعات:

گذشتہ سطور میں اس امر کی وضاحت ہوگئی کہ دونوں ممالک میں اقلیتوں سے برتاؤ کی صورتِ حال غیر تسلی بخش تھی۔ ہندوستان کے مسلمانوں سے قیام پاکستان کا بدلہ لیا جارہا ہے تو پاکستان کے بعض ارکانِ اسمبلی غیر مسلم نمائندوں کو ردعمل کے طور پر تعن و تشنیع کا نشانہ بناتے رہتے تھے۔

مگر یہ رویہ جزوی تھا۔کلی طور پر مراعات کے سلسلہ میں ابتداء ہی سے اقلیتی نمائندوں کو اکثریت کی طرف سے عزت بخشی گئی۔

اقلیتوں کو پاکستان میں جو مراعات دی گئیں ان پر بات کرتے ہوئے تاریخی جائزہ کے طور پر پاکستان کے ابتدائی دور سے لے کر اب تک کے حالات کو مختصراً ذکر کیا جائے گا۔جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا کہ قیامِ پاکستان کے فوراً بعد قائداعظمؒ کی زندگی میں ہی اقلیتوں کو مراعات دی جانے لگیں تھیں۔جمہوری ادوار، مارشل لاء کے ادوار پھر ضیاء کے مارشل لاء کے بعد دس سالہ جمہوری دور، پھر مشرف کے مارشل لاء کے بعد اب تک کا دور مختصراً ذکر کیا جارہا ہے۔

الف۔دستور ساز اسمبلی (اقلیتی صدر)

پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کی کاروائی کا آغاز ہی ایک اقلیتی نمائندے جوگندر ناتھ منڈل کو اس اسمبلی کا عارضی صدر مقرر کرنے سے ہوا تھا۔ پہلا ہی قدم ظاہر کرتا تھا کہ پاکستانی حکام کے نزدیک اقلیتوں اور اقلیتی نمائندوں کے لیے وہی عزت تھی۔جو اکثریت اور اس کے نمائندوں کے لیے تھی۔پہلے ہی روز انہوں نے ایک اقلیتی نمائندے کو صدارت کی کرسی پر بٹھا کر تمام اکثریت نے خود پر فوقیت بخشی تھی۔

دستور ساز اسمبلی کے اجلاس کی صدارت کے لیے لیاقت علی خان نے عارضی طور پر جوگندر ناتھ منڈل کا نام پیش کیا۔خواجہ ناظم الدین نے تائید کی جس کے بعد بنگالی لباس میں ملبوس اچھوت فرقے سے تعلق رکھنے والے جوگندر ناتھ منڈل نے صدارتی کرسی سنبھالی۔ (۴۲)

جوگندر ناتھ منڈل نے اپنے انتخاب کے بارے میں کہا تھا۔

> ''اقلیتی فرقے کے ارکان میں سے صدر کا انتخاب نئی مملکت کی روشن خیالی کا غماز اور ایک اچھا شگون ہے۔ پاکستان کا وجود بجائے خود برصغیر کی ایک اقلیت کے پیہم اصرار اور مساعی کی بدولت عمل میں آیا۔میں یہ نکتہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ نہ صرف پاکستان اور ہندوستان

بلکہ تمام دنیا کے باشندوں کی نظریں پاکستان کی مجلسِ دستور پر لگی ہوئی ہیں۔ مسلمان اپنے لیے الگ مملکت کے طالب تھے۔ اب دنیا یہ دیکھنا چاہتی ہے کہ مسلمان اقلیتی فرقے سے دریا دلی سے پیش آتے ہیں یا نہیں۔ مسلم لیگ کے لیڈروں اور خاص طور پر قائداعظم نے اقلیتوں کو یقین دلایا ہے کہ پاکستان کی اقلیتوں کے ساتھ نہ صرف انصاف و رواداری بلکہ فراخدلانہ سلوک روا رکھا جائے گا۔ اقلیتوں کا بھی فرض ہے کہ وہ مملکت کے ساتھ وفاداری اور ذمہ داری کے ساتھ کام کریں۔ (۴۳)

ب۔ اقلیتی وزیرِ قانون:

قیامِ پاکستان کے فوراً بعد قائداعظم نے جو پہلی کابینہ تشکیل دی اس میں جوگندر ناتھ منڈل کو پاکستان کا پہلا وزیرِ قانون مقرر کیا۔ قانون کے ساتھ ساتھ ان کو محنت کے اہم شعبے دیے گئے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ منڈل کو متحدہ ہندوستان کی پہلی پانچ رکنی عبوری کابینہ (اکتوبر ۱۹۴۶ء) میں بھی وزیر مقرر کیا گیا تھا۔ اگر چہ ۱۹۴۶ء میں ان کی تقرری مسلم لیگ کی اس مصلحت کا نتیجہ تھی کہ عبوری کابینہ میں اگر نہرو نے ایک مسلمان ابوالکلام آزاد کو وزیر مقرر کیا ہے تو اس کے جواب میں انہیں بھی ایک غیر مسلم کو وزیرِ قانون بنانا چاہیے۔ (۴۴)

ج۔ قیامِ پاکستان کے بعد قومی وصوبائی اسمبلیوں میں اقلیتی مراعات:

جب پاکستان جود میں آیا تو اقلیتی نمائندوں نے جمہوری اور سیاسی عمل میں بھرپور حصہ لیا۔ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی عمل میں بارہ اقلیتی نمائندے موجود تھے۔ اسی طرح مشرقی پاکستان، سندھ، سرحد اور پنجاب کی صوبائی اسمبلیوں میں بھی اقلیتی نمائندوں کی مناسب تعداد اپنا سیاسی اور عوامی کردار ادا کر رہی تھی۔ مشرقی پاکستان میں پاکستان نیشنل کانگرس خاصی تعداد میں اپنے نمائندے صوبائی اسمبلی میں بھیجے تھے جن میں اکثریت کا تعلق ہندو مذہب سے تھا۔ سندھ کی صوبائی اسمبلی میں بھی بیشتر اقلیتی نمائندے ہندو تھے۔ پنجاب کی صوبائی اسمبلی میں چار اقلیتی نمائندے دیوان بہادر ایس پی سنگھا، ای سی گبن، فضل الٰہی اور بی ایل رلیارام مسیحی تھے جنہوں نے ریڈکلف ایوارڈ میں پنجاب کے بعض علاقوں کی پاکستان میں شمولیت کے سلسلے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ قیامِ پاکستان کے بعد ای سی گبن، پنجاب اسمبلی کے پہلے سپیکر منتخب ہوئے۔ (۴۵)

مرکز میں پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں مسیحیوں اور پارسیوں کی نمائندگی صفر تھی۔ سب کے سب نمائندے ہندو تھے اور ان میں اکثریت کا تعلق پاکستان نیشنل کانگرس اور مشرقی پاکستان سے تھا۔ جوگندر ناتھ منڈل، دھریندر ناتھ

دتہ، پریم ہری برما، راج کمار چکروتی، سریش چٹو اُپادھیا، پھپھوندر کمار دتہ، جتیندر چندر موجمدار، بیرت چند منڈل، سری ڈی رائے، سچندر نارائن ساہنال، ہر بندر کمار سور، گنگا سرن، لال اوتار، نارائن گجرال اور بھین سین سچر شامل تھے۔ (۴۶)

د۔ایوب خان کا بی ڈی نظام:

مارشل لاء کے خلاف ہر دور میں پاکستان کی اقلیت اور اکثریت نوحہ کناں رہی اور اس نظام کے خلاف مشترکہ جدوجہد بھی جاری رہی۔ایوب خان کا مارشل لاء، پاکستان کا پہلا مارشل لاء تھا جو کہ اکتوبر ۱۹۵۸ءکو لگایا گیا۔اپنے اقتدار کی پہلی سالگرہ آتے آتے ایوب خان بنیادی جمہوریتوں کے تصور کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تیار تھا۔اس نے ماضی میں اسکندر مرزا کی طرح کئی مواقع پر اس خیال کا اظہار کیا کہ پارلیمانی جمہوریت پاکستان اور اس کے مزاج کے مطابق نہیں ہے۔ (۴۷)

۲۷ اکتوبر ۱۹۵۹ءکو اس نے اسی کنٹرولڈ یا محدود جمہوریت کا ڈول ڈال دیا اس کے خیال میں کنٹرولڈ جمہوریت پاکستانی عوام کے مزاج سے ہم آہنگ بھی تھی اور ضروری بھی تھی۔ بنیادی جمہورتیوں اور بی۔ڈی کا نظام بظاہر عوام کی نچلی سطح سے شروع ہو کر صدر مملکت کے انتخاب پر ختم ہوتا ہے لیکن آگے چل کر عوام نے اس کو بھی رد کر دیا۔

یہ نظام اسمبلی کے ارکان اور صدر مملکت کے براہ راست انتخاب کی بجائے ۸۰ ہزار بی۔ڈی ارکان کے انتخابی کالج سے عبارت تھا۔یعنی ایک شخص ایک ووٹ کی بنیاد پر ارکانِ اسمبلی اور صدر کو براہ راست منتخب کرنے کی بجائے ۸۰ ہزار ارکان اسمبلی انہیں منتخب کرتے تھے۔ یہ طریقہ اپنے جوہر میں غیر جمہوری تھا۔اس کی ایک اور خصوصیت اس کا مخلوط طرزِ انتخاب تھا۔یعنی مذہبی بنیادوں پر جداگانہ انتخابی حلقے قائم نہیں کئے گئے تھے اور مذہبی اقلیتوں کے ووٹر یا امیدوار اسی طرح ووٹ دے سکتے یا انتخاب میں کھڑے ہو سکتے تھے جیسے عام مسلم عوام۔

اس نظام کے تحت اقلیتوں کے بہت کم نمائندے بی۔ڈی ارکان منتخب ہو پائے اور ایک بھی امیدوار اسمبلیوں میں نہ پہنچ پایا۔مسیحی عوام کی ایک قد آور شخصیت جوشوا فضل الدین نے اس طریقِ انتخاب میں حصہ لینے کی جرأت کی اور وہ صرف دو ووٹ حاصل کر سکے۔ یہ ووٹ بھی مسیحی ممبران کے تھے۔ (۴۸)

گویا کسی بھی اقلیتی رکن کا قومی اسمبلی یا صوبائی اسمبلی میں منتخب ہونا تقریباً ناممکن تھا۔یہی نہیں ایوب خان نے مارشل لاء دور میں اقلیتوں کے لیے سرکاری ملازمتیں، فنی اور تعلیمی اداروں میں مختص ۵ فیصد کوٹہ کو یک جنبش ختم کر دیا۔اور مسیحی کھیت مزدوروں کو قیام پاکستان کے وقت کی دی گئی فی خاندان دو ایکڑ زرعی اراضی چھین لی۔اس طرح مسیحوں کے

لیے ترقی کے مواقع محدود ہوتے چلے گئے اور ان میں احساس محرومی بڑھتا چلا گیا۔ حالانکہ راولپنڈی کے بشپ نکولس بٹینگا کو جنرل ایوب خان اپنا مرشد کہا کرتے تھے ہندو اقلیت کی حالت مسیحی عوام سے بھی بدتر تھی۔

ہ۔ جنرل ضیاء کا مارشل لاء ۱۹۸۵ء میں اقلیتی مراعات:

جنرل ضیاء الحق نے اپنے صدارتی فرمان نمبر ۱۶ مجریہ ۱۹۸۵ء کے تحت اقلیتوں کے لیے قومی اسمبلی کے لیے ۱۰ نشستیں منتخب کیں۔ جن میں چار مسیحی، چار ہندو، پارسی اور سکھ برادریوں کے لیے مشترکہ طور پر اور احمدیوں کے لیے ایک نشست مقرر کی۔ صوبہ سندھ میں اقلیتوں کے لیے ۹ نشستیں جن میں ہندوؤں کے لیے پانچ مسیحیوں کے لیے (۲) سکھ، پارسی اور احمدیوں کے لیے مشترکہ طور پر ایک نشست مقرر کی۔

صوبہ بلوچستان میں مسیحی اقلیت کے لیے (۱) ہندو، پارسی اور سکھ اقلیتوں کے لیے مشترکہ طور (۱) نشست مقرر کی گئی۔ (۴۹)

ان نشستوں پر جو امیدوار کامیاب ہوئے ان کے نام حسبِ ذیل ہیں۔

مسیحی:

این۔ ایم کھوکھر ایمانوئل ظفر، لیفٹیننٹ کرنل (ر) ڈبلیو البرٹ اور کیپٹن ثناء اللہ، سیٹھ چمن داس، گل جی، بھگوان داس اور پروین۔

سکھ/ بدھ/ پارسی و دیگر:

ایم۔ پی بھنڈارا اور احمدیوں کی اکیلی نشست پر کسی فرد نے کاغذات نامزدگی داخل ہی نہیں کروائے، چنانچہ یہ نشست کسی غیر مسلم خاتون کو دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ یوں اس نشست پر مسز لیلاں ونتی قومی اسمبلی کی رکن منتخب ہوگئیں۔ (۵۰)

د۔ ۱۹۸۸ء تا ۱۹۹۹ء کا جمہوری دور (اقلیتی مراعات):

ان دس برسوں میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں جو اقلیتی نمائندے منتخب ہوتے، ان میں سے اکثریت مسلسل اختیار اور اقتدار کی گدی پر براجمان رہی۔ نشستوں پر اجارہ داری عام حلقوں میں بھی دیکھنے میں آئی۔ لیکن اقلیتوں میں یہ رجحان زیادہ نمایاں رہا، اور بعض ارکان یا تو تمام انتخابات میں مسلسل رکن منتخب ہوتے رہے یا پھر ان کی جگہ ان کی اولادوں نے لے لی۔

قومی اسمبلی میں ۱۹۸۸ء میں چار مسیحی ارکان پیٹر جان سہوترا ۱۹۹۰ء اور ۱۹۹۷ء میں بھی کامیاب رہے۔ جارج

کلیمنٹ ۱۹۹۳ء میں دوبارہ منتخب ہوئے۔ فادر روفن جیولس جو ۱۹۹۷ء میں بشپ روفن جیولس بن چکے تھے مسلسل چاروں انتخابات میں منتخب ہوئے۔

۱۹۹۰ء میں پہلی بار کامیاب ہونے والے طارق سی قیصر ۱۹۹۳ء اور ۱۹۹۷ء میں کامیاب رہے اسی طرح جے سالک ۱۹۹۰ء اور ۱۹۹۳ء میں مسلسل کامیاب ہوئے ثناء اللہ ۱۹۹۸ء سائمن جیکب ۱۹۹۷ء میں کامیاب ہوئے۔ (۵۱)

جب کہ دیوان کمار ۱۹۹۸ء انجنیئر گیان چند ر ۱۹۹۳ء اور بھیرو لال ۱۹۹۷ء کو صرف ایک بار منتخب ہو سکے۔

سکھ، بدھ مت اور پارسی کی قومی اسمبلی کی مشترکہ نشست سے چاروں مرتبہ پارسی امیدوار کامیاب ہوئے۔ دو مرتبہ بہرام ڈی اواری ۱۹۹۸ء اور ۱۹۹۰ء اور دو دفعہ یزدیا کیقباد ۱۹۹۳ء اور ۱۹۹۷ء میں منتخب ہوئے۔

اس مشترکہ نشست کے لیے صوبائی حلقوں سے پارسی امیدواروں کا پلڑہ بھاری رہا۔ پنجاب کی واحد مشترکہ نشست چاروں مرتبہ پارسی امیدوار دار بوس پیٹسن جی کو ملی۔

سندھ سے دوبارہ ہوشنگ ہرو چا ۱۹۹۸ء اور ۱۹۹۰ء اور دوبارڈ نشا ایچ آنکل سریا ۱۹۹۳ء اور ۱۹۹۳ء میں منتخب ہوا۔

بلوچستان کی نشست پر ۱۹۹۸ء میں آبادان فریدون آباداں (پارسی) ۱۹۹۰ء میں سنت سنگھ (سکھ) اور ۱۹۹۳ء اور ۱۹۹۷ء میں نسبت رام سنگھ (سکھ) منتخب ہوئے۔

صوبہ سرحد کی یہ نشست ۱۹۹۸ء اور ۱۹۹۳ء میں بہاری لال کو ملی جب کہ ۱۹۹۰ء میں یہاں سے سنگھ سکھ اور انجنیئر گیان کو منتخب ہونے کا موقع ملا۔ (۵۲)

اس طرح صوبائی اسمبلیوں کی مسیحی نشستوں پر بھی چند مخصوص ناموں کا قبضہ رہا۔ پنجاب اسمبلی کی پانچ نشستوں پر بیگم راج حمید گل، جانسن مائیکل، قیصر فراہیم سوپا، عادِل شریف گل اور شیلابی چارلس بار بار آتے جاتے رہے۔

البتہ سندھ، بلوچستان اور سرحد میں یہ رجحان نسبتاً کم رہا اور بشیر مسیح، جانسن اشرف اور شوکت ناز (بلوچستان) مسز مونیکا کامران اپنے اپنے صوبوں کی مسیحی آبادی کے نمائندے منتخب ہوئے۔

ان میں صرف فقیر الدین اور بشیر مسیح کو دوبار منتخب ہونے کا موقع ملا۔

ہندو اور شیڈ ولڈ کاسٹس سے قومی اسمبلی کی چار نشستوں پر کشن چند ر پاروانی رانا چندر سنگھ چاروں انتخابات میں، ڈاکٹر گھٹا وَمل تین انتخابات میں سامنے آسکے اور بھگوان داس دو انتخابات میں سامنے آئے۔ صرف آسراداس ۱۹۹۸ء اور کشن بھیل ایڈووکیٹ ۱۹۹۷ء کو ایک ایک بار منتخب ہونے کا موقع ملا۔ سندھ اسمبلی سے مرول اور ہری رام چاروں مرتبہ بیر سنگھ تین مرتبہ اور لچھمن داس دو دو مرتبہ منتخب ہوئے۔ (۵۳)

و۔۱۹۹۹ءتا۲۰۱۲ءمارشل لاءاور جمہوری دور(اقلیتی مراعات)

تیسرے باب کی دوسری فصل میں مخلوط اور جداگانہ انتخابات کی تفصیلی بحث ہوچکی۔جس میں ۱۹۵۲ء سے ۲۰۰۲ء تک کے ادوار میں اقلیتوں کی مخلوط انتخابات کے لیے جدوجہد کا تفصیل سے ذکر کیا گیا کہ اقلیتوں کی ہمیشہ سے مخلوط طرزِ انتخابات کی خواہش رہی ہے۔

جنرل پرویز مشرف نے ۱۹۹۹ء میں مارشل لاء لگا کر اقتدار پر قبضہ کرلیا۔کیا حالات تھے یا کیا عوامل تھے یہ مقالہ کا موضوع نہیں۔البتہ جنرل پرویز مشرف کے اقتدار میں ۲۰۰۲ء میں عام انتخابات منعقد ہوئے جس میں اقلیتوں کے (مخلوط طرزِ انتخابات) دیرینہ مطالبے کو تسلیم کرلیا گیا۔(۵۴) ملک میں پہلی مرتبہ مخلوط طرز پر انتخابات منعقد ہوئے اور اسی دورِ حکومت میں اقلیتی وزارت (Ministory of the Minority Affairs) وجود میں آئی۔جس کے سپرد پاکستانی مذہبی اقلیتوں کے معاملات کردیے گئے۔تاکہ مرکز میں ان کی نمائندگی کے ساتھ ساتھ احسن طریقے سے حقوق کا تحفظ ہوسکے۔جس پر پاکستان کی تمام اقلیتوں نے اظہارِ اطمینان کیا۔

جنرل پرویز مشرف نے انتخابی ترامیم کے ذریعے قومی اسمبلی کی نشستوں میں ۲۱۷ سے ۳۵۰ تک کا اضافہ کردیا اور ان میں قومی اسمبلی کی ۱۰ نشستیں مذہبی اقلیتوں کے لیے مختص کردیں۔

صوبہ پنجاب میں مذہبی اقلیتوں کی ۸ نشستیں۔

صوبہ سندھ میں مذہبی اقلیتوں کی ۹ نشستیں۔

صوبہ خیبر پختون خواہ میں مذہبی اقلیتوں کی ۳ نشستیں۔

اور صوبہ بلوچستان میں مذہبی اقلیتوں کی ۳ نشستیں مختص کردی گئیں۔(۵۵)

ان آئینی ترامیم کے ذریعے قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں اقلیتوں کے لیے ۳ فیصد مخصوص نشستیں رکھی گئیں۔اس طرح قومی اسمبلی میں ۱۰ اور چاروں صوبائی اسمبلیوں میں مجموعی طور پر ۲۳ نشستیں مذہبی اقلیتوں کے لیے مختص کی گئیں جو کہ پاکستان کی کل آبادی کے ۴ فی صد طبقہ کے لیے تسلی بخش ہیں۔(۵۶)

اسی طرز پر ۲۰۰۸ء کے انتخابات منعقد ہوئے اور آج ۲۰۱۲ء تک قومی وصوبائی اسمبلی میں مذہبی اقلیتوں کی مخصوص نشستوں کی صورتِ حال یہی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ احمد سلیم، پاکستان اور اقلیتیں، ص ۲۶

۲۔ عبدالباری، سید، ہندوستان میں اقلیتوں کا مسئلہ، حیدرآباد دکن، نفیس اکیڈمی، اگست ۱۹۴۶ء، ص ۹۔۸

۳۔ ایضاً، ص ۹

۴۔ شاہ محمد، جنگِ ہند پنجاب، مرتب: محمد آصف خان، لاہور، پنجابی ادب بورڈ، س: ن، ص ۱۰

۵۔ جعفری، رئیس احمد، خطباتِ قائداعظم، ص ۵۴۳۔۵۳۳

۶۔ ملکانی، کیول رام، سندھ کی کہانی، کراچی، سہ ماہی آج، ۱۹۹۳ء، ص ۹۷

۷۔ احمد سلیم، پاکستان اور اقلیتیں، ص ۱۲۶

۸۔ احمد سلیم، پاکستان اور اقلیتیں، ص ۱۲۹

9. Constituent Assembly of Pakistan, Debates, Karachi, Govt. of Pakistan, Vol. i, No.3, August 12, 1947, P.35

10. Ibid. P.37

11. Ibid, P.37-39

12. Ibid. P.39

13. Constituent Assembly of Pakistan, Debates, Karachi, Govt. of Paksitan, Vol. ii, No.2, 25th Feb. 1948, PP.15-16

14. Ibid, P.17

15. Ibid, P.20

16. Ibid, P.25

۱۷۔ احمد سلیم، پاکستان اور اقلیتیں، ص ۲۷۸

18. Haq, M. Mahfuzul, Electoral Problems in Pakistan, Dhaka, Progress Publishers, 1966, P.66

19. Constituent Assembly of Pakistan(CAP), Debates, Karachi, Govt. of Pakistan, Vol.xi, April 19, 1952, P.187

20. Ibid, Vol.xi, April 18, P.168

21. Ibid, April 18, 1952, P.364

22. Report of the Committee of Fundamental Rights of Citizens of Pakistan, and on Matters Relating to Minorities, Karachi, 1953, P.6

23. Haq, M. Mogfuzul, Electoral Problem in Pakistan, P.88

24. Consitituent Assembly of Pakistan(CAP), Vol.XVI, August 11, 1954, P.292.

25. Haq, M. Mahfuzul, Op,cit, P.95

26. Dawn, Karachi, January 2, 1956, P.1

27. Ibid, February 19, 1956, P.1

28. C.A.P, Debates, Vol.1, February 1, 1956, P.3468

29. C.A.P, Debates, Vol.1, February 29, 1956, P.3681

30. Haq, M. Mahfuzul, Op.cit, P. 130

31. Dawn, October 19, 1957, P.3

۳۲۔ پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتِ حال، لاہور، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، ۱۹۹۱ء، ص ۱۶۷

۳۳۔ عقیل عباس جعفری، پاکستان کی انتخابی سیاست، لاہور، جہانگیر بک ڈپو، ۱۹۹۶ء، ص ۱۴۹

۳۴۔ احمد سلیم، پاکستان اور اقلیتیں، ص ۲۸۴

۳۵۔ جنید قیصر، پاکستانی اقلیتوں کا نوحہ، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۰۷ء، ص ۲۵

۳۶۔ ایضاً، ص ۲۶

37. Callard, Keith, Pakistan-A Political Study, Karachi, Oxford press 1968, P.232

38. Ibid, P.233

39. Ibid, P. 239

۴۰۔ جعفری، رئیس احمد، خطباتِ قائداعظم، ص ۸۸

۴۱۔ احمد سلیم، پاکستان اور اقلیتیں، ص ۱۰۳

۴۲۔ گل، سردار مسیح، نظریہ پاکستان اور اقلیتیں، لاہور، مکتبہ عناویم، ۱۹۹۳ء، ص ۲۳۴

۴۳۔ ایضاً، ص ۲۳۵۔۲۳۴

44. Burki, Shahid Javed, Historical Dictionary of Pakistan, Oxford, Scarecrow press, 2006, P.133

۴۵۔ احمد سلیم، پاکستان اور اقلیتیں، ص ۱۲۸

۴۶۔ ایضاً، ص ۱۲۹

۴۷۔ جی ڈبلیو چوہدری، پاکستان۔ مارشل لاء سے سول حکومت تک، لاہور، ماہنامہ قومی ڈائجسٹ، اگست ۱۹۹۰ء، ص ۶۷

۴۸۔ فرانسس ندیم، فادر، یہ دیس ہمارا ہے، ص ۶۵

۴۹۔ نظامِ حکومت کے بارے میں انصاری کمیشن کی رپورٹ، لاہور، انصاری کمیشن، ۱۴، اگست ۱۹۸۳ء، ص ۵۷۔۵۶

۵۰۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتِ حال، ص ۵۔۴

۵۱۔ احمد سلیم، پاکستان اور اقلیتیں، ص ۲۸۳

۵۲۔ ایضاً، ص ۲۸۴۔۲۸۳

۵۳۔ ایضاً، ص ۲۸۴

۵۴۔ جنید قیصر، پاکستانی اقلیتوں کا نوحہ، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۰۷ء، ص ۲۳

۵۵۔ ایضاً، ص ۲۷

۵۶۔ ایضاً، ص ۲۸

باب چہارم

پاکستان میں اقلیتوں سے متعلقہ مذہبی امور

فصل اوّل

پاکستان میں اقلیتوں کی مذہبی سرگرمیاں اور ادارے

تمہید:

گذشتہ ابواب میں پاکستانی مذہبی اقلیتوں کے حقوق وفرائض تعلیماتِ اسلامی اور آئین پاکستان کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے پھر اس کے ساتھ ساتھ حکومت میں دعوت وشمولیت اور حکومتی مراعات کا بھی تذکرہ ہو چکا ہے۔ جتنا کچھ بیان کیا گیا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پاکستان جو کہ ایک اسلامی ریاست ہے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ ہر ممکن طور پر احسن سلوک کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

اس باب میں اقلیتوں کی مذہبی سرگرمیاں اور آزادی کے متعلق جائزہ لیا جا رہا ہے۔ جیسا کہ گذشتہ ابواب میں گذر چکا کہ اسلامی ریاست اپنی غیر مسلم رعایا کو مکمل مذہبی آزادی دیتی ہے، اور انہی تعلیمات کی بنیاد پر آئین پاکستان بھی مذہبی اقلیتوں کو مکمل مذہبی آزادی کو خوشخبری دیتا ہے۔

فصل کا باقاعدہ آغاز کرنے سے پہلے یہاں آئینِ پاکستان کا وہ خاص حصہ (جو اقلیتوں کے مذہبی امور سے متعلق ہے) درج کیا جا رہا ہے تاکہ موضوع کو آئندہ سمجھنے میں سہولت رہے۔ آئینِ پاکستان میں اقلیتوں کے مذہبی امور سے متعلق درج ہے۔

''مذہب کو ماننے اور مذہبی اداروں کے انتظام کی آزادی''

۲۰۔ قانون امن عامہ اور اخلاق کے تابع۔

(الف) ہر شہری کو اپنے مذہب کو ماننے اس پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہوگا اور

(ب) ہر مذہبی گروہ اور فرقے کو اپنے مذہبی ادارے چلانے، قائم کرنے اور ان کا انتظام کرنے

کا حق ہوگا۔"(۱)

مندرجہ بالاسطور آئین کے حصہ دوم (بنیادی حقوق اور حکمتِ عملی کے اصول) سے ماخوذ ہے جس کے تحت مذہبی اقلیتوں کو جن آزادیوں کا تحفظ کیا گیا ہے۔ ان میں مذہب اور مذہبی اداروں اور مذہبی تعلیم کی آزادی خاص طور پر شامل ہے۔

الف۔ مسیحی، ہندو، سکھ اور دیگر اقلیتیں:

مسیحی پاکستان کی سب سے بڑی اقلیت ہیں۔ گردوپیش کے حالات پر گہری اور وسیع نظر رکھتے ہیں۔ دیارِ مغرب کی طاقتیں ان کی پشت پر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر معاملہ میں مسیحی اقلیت انسانی حقوق کے عالمی اداروں، ذرائع ابلاغ، ایمنٹی انٹرنیشنل، یورپی اور امریکی مسیحی ممالک اور اقوامِ متحدہ تک رسائی حاصل کرتے اور حکومتِ پاکستان سے اپنا مؤقف منوا کر ہی دم لیتے ہیں اندریں حالات پاکستان کی صرف مسیحی برادری اقلیتی معاملات میں پیش پیش ہے۔ اسے اقلیتوں کی نمائندہ، ترجمان اور سربراہ سمجھا جاتا ہے۔(۲)

ملک کی دوسری بڑی اور قابلِ ذکر ہندو اقلیت اپنے حقوق اور آزادیوں سے برائے نام سروکار رکھتی ہے۔ ہندو ملکی امور و معاملات میں واجبی سا حصہ لیتے ہیں۔(۳)

لیکن جہاں تک مذہبی آزادی کا تعلق ہے۔ پاکستانی ہندو بھی اپنے مذہبی امور میں آزاد ہیں۔

سکھ اقلیت اگرچہ تعداد میں کم ہیں لیکن پاکستان کا خطہ دنیا کے تمام سکھوں کے لیے اس لیے بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ سکھ مذہب کے بانی باباگرونانک جی کی جائے ولادت (ننکانہ صاحب) پاکستان ہے۔ نہ صرف پاکستانی سکھ بلکہ دنیا کے مختلف علاقوں سے سکھوں کی بڑی تعداد ہر سال ننکانہ صاحب کی سالانہ تقریبات میں شرکت کے لیے پاکستان کا رخ کرتے ہیں اور جاتے ہوئے بہترین معاشرتی برتاؤ اور کمال مذہبی آزادی پر تعریفوں کے پل باندھتے ہوئے واپس لوٹتے ہیں۔ جب کہ پاکستانی سکھ اقلیت بھی مذہبی آزادی کے سلسلہ میں مطمئن ہیں۔

دیگر پارسی و بہائی اقلیتیں بھی مذہبی آزادی سے لطف اندوز ہو رہی ہیں۔

پاکستان میں مذہبی اقلیتیں اپنے مذہبی امور میں مکمل طور پر آزاد اور خودمختار ہیں۔ اپنی عبادت گاہوں کی تعمیر، مذہبی و تعلیمی اداروں کی تشکیل، مذہبی علماء کے تقرر، رسوم و عبادات کی ادائیگی، مذہبی تقریبات و اجتماعات کے انعقاد، جلوس نکالنے اور رفاہی ادارے چلانے میں ہر طرح آزاد ہیں۔

پیش کردہ معلومات زیادہ تر مسیحیوں، ہندوؤں اور سکھوں سے متعلق ہیں۔عیسائی رسائل و جرائد، انٹرنیٹ اور کچھ قومی اخبارات سے ماخوذ ہیں۔جو کہ بڑی حد تک باور کرانے کو کافی ہو گی کہ پاکستان میں اقلیتیں ہر مذہبی آزادی سے فیض یاب ہیں۔

ب۔مسیحی اقلیت (مذہبی سرگرمیاں اور ادارے)

مسیحیوں کی مذہبی سرگرمیوں اور آزادی اظہار رائے (Freedom of Gernalism) کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ملک بھر میں مسیحیوں کے ہفتہ وار، پندرہ روزہ، ماہوار، دو ماہی، سہ ماہی، ششماہی رسائل اور جرائد درج ذیل ہیں۔

۱۔ کرسچن وائس کراچی

۲۔ شاداب لاہور

۳۔ کاتھولک نقیب لاہور

۴۔ شعاع نور لاہور

۵۔ نیور بٹن (انگریزی) لاہور

۶۔ جفاکش کراچی

۷۔ ہوم لیگ لاہور

۸۔ دایوسیس میگزین (انگریزی) لاہور

۹۔ اخوت لاہور

۱۰۔ قاصد جدید لاہور

۱۱۔ الصحت لاہور

۱۲۔ سالویشن آرمی لاہور

۱۳۔ چھوٹا سپاہی لاہور

۱۴۔ نعرہ جنگ لاہور

۱۵۔ ملاپ کراچی

۱۶۔ بشیر انسواں راولپنڈی

۱۷۔ طلوع فکر (اردو پشتو) پشاور

۱۸۔ کلام حق گوجرانوالہ

۱۹۔ شالوم راوالپنڈی

۲۰۔ بوئے مادران کوئٹہ

۲۱۔ شعور فیصل آباد

۲۲۔ کارتیاس لاہور

۲۳۔ ہم آہنگ کراچی

۲۴۔ مکاشفہ فیصل آباد

۲۵۔ ساون لاہور

۲۶۔ دعائیہ خبرنامہ لاہور

۲۷۔ نئی دنیا لاہور

۲۸۔ کرسچن ٹائمنر لاہور

۲۹۔ ہم چولی سیالکوٹ

۳۰۔ پیامبر کراچی

۳۱۔ دی ویژن پشاور[۴]

ج۔ بائبل خط وکتابت سکول:

بائبل اوراس کی تعلیمات کو گھر گھر پہنچانے کے لیے سولہ بائبل خط وکتابت سکول قائم ہیں جو کسی قیمت کسی فیس یا چندے کے بغیر بائبل کے اسباق تقسیم کررہے ہیں بائبل خط وکتابت سکول لاہور میں چھ ملتان، فیصل آباد، ایبٹ آباد، شکار پور، لاڑکانہ، خیبر پور، ڈیرہ غازی خان اور راولپنڈی میں ایک ایک جب کہ کراچی میں دو موجود ہیں۔

۲۔ بائبل کی تقسیم:

پیغام مسیح پہنچانے کے لیے نوجوان مسیحی لڑکوں اور لڑکیوں کے ذریعے گھر گھر گلی کوچوں میں بازاروں میں اور

چوراہوں میں بائبل کی برائے نام قیمت پر فروخت اور مفت تقسیم ایک معمول کی بات ہے۔۱۹۸۵ء میں امریکہ سے ''زندہ کلام'' کے نام سے انجیل کا اردو ترجمہ ہمارے ہر ٹیلی فون ہولڈر کو بذریعہ ڈاک براہ راست موصول ہوا۔(۵)

و۔کلب میگزین اور خبرنامہ:

اس میں مسیحی شہریوں کے مضامین شہری خبریں اعلانات اور اطلاعات کے علاوہ خالص بائبل کے عنوانات پر مسلمان طلباء اور طالبات سے مضامین لکھائے جاتے ہیں۔انہیں حوصلہ افزائی کے انعامات بصورت کتب دیے جاتے ہیں انجیل پر مبنی معمے بھی جاری کیے جاتے ہیں۔

ہ۔بائبل کارسپائنڈنس کلب:

عام قارئین کے علاوہ خط و کتابت کورسز کے طلباء کے لیے کارسپائنڈس کلب قائم ہیں مقصد یہ ہے کہ چھپے ہوئے اسباق پر بات ختم نہ ہو جائے بلکہ ان کے بعد اور ان کے علاوہ بھی طلباء سے ذاتی قسم کا رابطہ پیدا ہو ظاہر ہے کہ طلبہ میں غالب تعداد مسلمان بچوں اور بچیوں کی ہوتی ہے۔

ز۔ملاقاتِ باہمی اجتماع:

وقفہ وقفہ سے مشن سکولوں، کالجوں میں کلب مل کر بیٹھنے کے عنوانات سے مدعو کیے جاتے ہیں۔انہیں ہلکے پھلکے مشروبات پیش کیے جاتے ہیں اور مسلمان طلباء کو دعوت دی جاتی ہے۔کہ وہ موجودہ مسیحی علماء سے تبادلہ خیال کریں اپنے شکوک کا ازالہ کریں اور سوال و جواب سے اپنے علم میں اضافہ کریں۔(۶)

ط۔مبارک کیمپ مری:

ایک عرصہ سے ہر موسم گرما میں مری کے پر فضاء پہاڑی مقام پر طلباء اور طالبات کے لیے کیمپ لگائے جاتے ہیں۔اس مسیحی عمارت کا نام ہی کیمپ مبارک رکھا گیا ہے۔موسم گرما کے چار مہینوں کے دوران یہاں یکے بعد دیگرے ۱۲ بارہ کیمپ لگے ان کی اجمالی فہرست ہے۔

۱۔ چھوٹے لڑکوں کا کیمپ
۲۔ استادوں کا کیمپ
۳۔ چھوٹی لڑکیوں کا کیمپ
۴۔ متعدد فیملیوں کے کیمپ

۵۔ نوجوان لڑکوں کے کیمپ

۶۔ مزدور پیشہ لوگوں کے کیمپ

۷۔ نوجوان لڑکیوں کا کیمپ

۸۔ مسیحی علماء کا کیمپ

۹۔ بڑے لوگوں کا کیمپ

۱۰۔ متلاشیانِ حق کا کیمپ

۱۱۔ بڑی عورتوں کا کیمپ

۱۲۔ خط وکتابت سکولوں کے طلباء کا کیمپ

ی۔ویڈیو سیشلز:

پاکستانی سرحدات سے کچھ دور سیشلز جزیرے میں ایک بڑی طاقت کا ریڈیو ٹرانسمیٹر نصب ہے یہاں سے دن میں مسلسل پانچ گھنٹے پانچ پاکستانی قومی اور علاقائی زبانوں میں بائبل کی تعلیمات نشر ہورہی ہیں۔ریڈیو سیشلز کا علاقائی دفتر ہمارے وفاقی دارالحکومت میں قائم ہے۔ریڈیو ویریتاس (فلپائن) اور فیبا ریڈیو بھی پاکستان کے لیے پروگرام نشر کرتے ہیں۔(۷)

اس امر کی وضاحت اقلیتوں کے اپنے جرائد و رسائل سے بخوبی ہوتی ہے کہ پاکستانی معاشرہ میں وہ مذہبی آزادی سے خاطر خواہ لطف اندوز ہورہے ہیں۔

چرچ کا افتتاح (ماہنامہ شاداب)

پشپ ارمانڈ وٹرینڈ ڈنے شاہدرہ میں چرچ کا افتتاح کیا

لاہور (خبر نگار خصوصی) پشپ ارمانڈ وٹرینڈ ڈا اور فادر جوزف لوئس نے جیا موسیٰ شاہدرہ میں چرچ سینٹ جوزف کا افتتاح کیا۔شاہدرہ، نظام پورہ، شرقپور خورد، بدوخا کی، بھٹی والے، بیگم کوٹ اور جیا موسیٰ کی تمام کلاسوں کے مسیحیوں نے جلوس کی شکل میں ان کا استقبال کیا۔(۸)

اسی طرح ان ماہناموں کی تفصیل میں جائے بغیر متعلقہ خبر کولیا جارہا ہے۔

ہولی روزی چرچ خانیوال کا افتتاح۔(۹)

سینٹ فرانس چرچ آہلو کی رسم برکت ۔(۱۰)

لاہور پرسبٹرین کی رسم افتتاح ۔(۱۱)

منٹگمری والا کی مثالی کلیسا ء ۔(۱۲)

الغرض بے شمار کلیساؤں کا آئے دن افتتاح اور افتتاح کے موقع پر جلسے جلوس یہ سب کچھ آزاد مذہبی فضاء کا ہی نتیجہ ہے۔

۲۔ ہندو اقلیت (مذہبی سرگرمیاں اور ادارے)

ہندو مسیحیوں کے بعد دوسری بڑی اقلیت ہیں ۔ ہندو اقلیت کی طرف سے شائع ہونے والے جرائد درج ذیل ہیں۔

۱۔ سرسوتی حیدرآباد

۲۔ سدھار پیرنکا حیدرآباد

۳۔ تندرستی حیدرآباد

۴۔ سندشیوک حیدرآباد

۵۔ پریم حیدرآباد

۶۔ سرتاج حیدرآباد

۷۔ ناول حیدرآباد

۸۔ جاسوسی ناول حیدرآباد

۹۔ سنوسوان جیکب آباد

۱۰۔ آشا کراچی

۱۱۔ چترکار کراچی (۱۳)

قیام پاکستان کے دنوں سندھ میں مقیم اکثر و بیشتر ہندوؤں نے ترک وطن نہ کیا اور اپنے گھر بار، دکانوں، زمینوں، جائیدادوں پر قابض اور ملازمتوں پر فائز رہے۔آج یہ لوگ تعلیم ،صنعت وحرفت اور کاروبار میں پیش پیش ہیں۔ صوبہ کی معیشت اور غلہ کی تجارت پر حاوی ہیں۔ڈاکٹر انجیئرا کاؤنٹنٹ ،وکلا، ایڈووکیٹ ،جج، مجسٹریٹ اور دفاتر میں ملازم ہیں۔

سندھ میں وڈیرہ سسٹم اور جاگیرداری نظام کے تحت مسلمان اکثریت جہالت اور پسماندگی کا شکار ہے۔اندریں حالات ہندوؤں کا سندھ کے حالات ومعاملات میں خاموش کردار بعید از قیاس نہیں۔(۱۴)

اگر چہ جہاں تک ہندوؤں کی مذہبی آزادی اور آزادی اظہار رائے کا تعلق ہے تو اس پر ان کے رسائل وجرائد منہ بولتا ثبوت ہیں۔

سکھ اقلیت (مذہبی سرگرمیاں اورادارے)

سکھ پاکستان کی ایک چھوٹی اقلیت ہے۔زیادہ تر پشاور اور ننکانہ صاحب میں رہتے ہیں۔ٹرانسپورٹرز کھاتے پیتے ہیں۔ننکانہ صاحب، پنجہ صاحب، حسن ابدال اور گوردوارہ ڈیرہ بابا نانک ملحقہ شاہی مسجد لاہوران کے متبرک مقامات ہیں۔ننکانہ صاحب، سکھ مت کے بانی باباگورونانک دیو جی کی جنم بھومی ہونے کی وجہ سے مشہور ومتبرک مانا جاتا ہے۔

گذشتہ صفحات میں تفصیل سے مسیحی اور ہندو اقلیت کی مذہبی آزادی اور اداروں کا ذکر ہو چکا جو کہ اس امر کو باور کرانے کے لیے کافی ہے کہ جو مذہبی آزادی ومراعات مسیحی و ہندو اقلیتوں کو حاصل ہے بالکل اسی طرح سکھ اور دوسری اقلیتوں کو بھی حاصل ہے۔

یہاں فقط ''گورونانک ست سنگھ سبھا پاکستان کے چیئرمین سردار ہیرا سنگھ خالصہ کے انٹرویو کا ایک حصہ درج کیا جا رہا ہے جو کہ کافی اہمیت کا حامل ہے۔

اسلام پیار کا مذہب ہے (سردار ہیرا سنگھ خالصہ)

> ''پاکستان میں قانون کی عملداری ہے۔یہاں اقلیتوں کو کوئی تکلیف نہیں ہے۔ہندو،سکھ سب اپنے تہوار آزادی سے مناتے ہیں۔کاروبار ہے، دکانیں ہیں، مسلمان خود ان کی حفاظت کرتے ہیں۔اسلام تو پیار کا مذہب ہے۔اس نے بڑی آزادی دی ہے۔پاکستانی مسلمان بھارتی ہندوؤں کی طرح جنونی نہیں ہیں۔یہاں رواداری ہے، رحم ہے، مسلمان سلجھی ہوئی قوم ہے۔جو حق کو حق ظلم کو ظلم کہتی ہے۔(۱۵)

یہ انٹرویو پاکستانی سکھ اقلیت سے مذہبی رواداری کا ثبوت ہے۔

۴۔پارسی ودیگر اقلیتیں (مذہبی سرگرمیاں اورادارے)

پارسیوں کی متمول برادری کراچی میں رہتی ہے۔گلبرگ لاہور میں بھی ان کی بستی اور عبادت گاہ موجود ہے۔

سپریم کورٹ آف پاکستان کے ریٹائرڈ جسٹس دراب پٹیل پارسی تھے۔ایم ڈی آواری پاکستان میں اعلیٰ درجہ کے کئی ہوٹلوں کے مالک اور متعلقہ ایسوسی ایشن کے صدر ہیں۔راجہ تری دیورائے سابق وفاقی وزیر بھی پارسی تھے۔(۱۶)

اِس کے علاوہ مقالہ کے پہلے باب کی تیسری فصل میں پارسیوں کے متعلق تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے کہ پارسیوں نے قلیل اقلیت ہونے کے باوجود پاکستان کی تعمیر و ترقی میں انتہائی اہم کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں۔

و۔ پارسی کوآپریٹو بنک کا اجراء:

قومی اسمبلی کی نشست کے امیدوار ایم پی بھنڈارا نے اعلان کیا تھا کہ کراچی میں تیس ممبران نے مشترکہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ دو، دو لاکھ روپے ممبر کی شراکت سے عنقریب ایک پارسی کوآپریٹو بنک کھول رہے ہیں۔جس سے پارسی نوجوان اپنے کاروبار کی وسعت کے لیے قرضہ لے سکیں گے۔(۱۷)

نتیجہ:

اس فصل میں اقلیتوں کی مذہبی سرگرمیاں اور اداروں کے حوالے سے بحث کی گئی جو کہ اظہر من الشّمس ہیں۔ پاکستان میں بڑی اقلیت سے لے کر چھوٹی اقلیت تک نہ صرف مذہبی معاملات میں آزاد ہیں بلکہ آزادی اظہارِ رائے کا بھی مکمل حق رکھتے ہیں۔

فصل دوم

مذہبی تہوار ورسوم کا انعقاد

تمہید:

باب ہذا کی پہلی فصل میں اقلیتوں کی مذہبی سرگرمیاں اوراداروں کا تفصیل سے ذکر ہو چکا جس میں پاکستانی مذہبی اقلیتوں کے مذہبی برتاؤ کے حوالہ سے واضح کیا گیا کہ تمام اقلیتیں مذہبی سرگرمیوں میں اپنے اداروں کے قیام کے سلسلہ میں مکمل آزاد ہیں۔اور پاکستانی معاشرہ ان کے امور میں قطعی دخل نہیں دیتا۔

اس فصل میں مذہبی اقلیتوں کے ان تہوار ورسوم کا ذکر کیا جائے گا جو مذہبی آزادی کے سبب اقلیتیں پاکستان میں منا رہی ہیں۔اسی ترتیب کو برقرار رکھتے ہوئے سب سے پہلے مسیحی اقلیت کو لیا جا رہا ہے۔کیوں کہ پاکستان میں انہی کی آبادی زیادہ ہے رسومات وتہوار سال میں کثرت سے آتے ہیں،اور مسیحی اقلیت بھی انہیں بنانے میں سرگرم رہتی ہے

مسیحی:

کرسمس اورایسٹروغیرہ پاکستانی مسیحیوں کے بڑے تہوار ہیں۔پاکستان کے سرکاری ذرائع ابلاغ مسیحی تقریبات اورتہواروں کے مواقع پرانہیں معاشرتی مرکز کا حصہ بناتے ہوئے ان کے لیے خودان کے مرتب کردہ خصوصی پروگرام نشر کرتے ہیں وہ نشریات مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ریڈیو پاکستان لاہور

تہوار	ماہ	دورانیہ
گڈفرائی ڈے	اپریل	ایک گھنٹہ

مسیحی علماء کی تقاریر بائبل کی اقتسابات، ڈرامہ پر مشتمل ہوتی ہیں۔

ایسٹر	اپریل	ایک گھنٹہ
کرسمس کی شام	۲۴ دسمبر	ایک گھنٹہ

کیتھولک چرچ سے براہ راست ''سروس'' نشر ہوتی ہے۔ ریڈیو پاکستان کے دوسرے اسٹیشن بھی کم وبیش اسی نوع کے پروگرام نشر کرتے ہیں۔

ایسٹر	۴۵ منٹ
کرسمس	تقریباً ایک گھنٹہ

ان پروگرامز کی نوعیت بھی ریڈیو پاکستان کے انداز پر ہوتی ہے۔ یعنی کسی مسیح عالم کی تقریر، بائبل سے اقتباس، ڈرامہ اور دعا۔[۱۸]

مندرجہ بالا سطور سے واضح ہے کہ مسیحی تہوار ورسوم کو پاکستانی معاشرہ میں سرپرستی حاصل ہے۔ جس کی وجہ سے مسیحی اقلیت اپنے تہوار ورسوم ہر سال آزادی سے مناتی ہے۔

حوالہ کے طور پر پاکستان میں منعقد ہونے والے اہم مسیحی مذہبی اجتماعات کو پیش کیا جارہا ہے۔

i۔ مقدسہ مریم کی شان میں اجتماع (پندرہ روزہ نقیب)

گوجرہ (ایس سلیم) گذشتہ دنوں مقدسہ مریم کی شان کو دوبالا کرنے کے لیے ایک مقدس اجتماع زیرنگرانی پاسٹرل ٹیم سرگودھا منعقد ہوا۔ رسم تاجپوشی سینٹ مَیریز سکول کے بچوں اور بچیوں کے گیتوں بھری آواز میں مقدسہ مریم کو تاج پہنایا گیا اور روزری سینٹ جوزف سکول کے بچوں نے پڑھائی۔ ہر بھید کو ڈرامائی انداز میں پیش کیا گیا جسے عوام نے بہت پسند کیا۔ مقدسہ مریم چشمۂ زندگی سے متعلق برادر ندیم جان شاکر نے اپنے وعظ میں کہا کہ مقدسہ مریم سچ مچ ہماری زندگی کے لیے چشمہ حیات ہیں۔[۱۹]

اسی طرح ملک بھر میں کرسمس اور ایسٹر کی بھی سینکڑوں تقریبات منعقد ہوئی ہیں۔ ہر سال منعقد ہونے والی معروف تقریبات یہ ہیں۔

کیتھیڈرل چرچ لاہور کا ایسٹر ڈنر۔[۲۰]

مقدسہ مریم کی تاجپوشی انارکلی پیرش لاہور[۲۱] یہ برصغیر کی قدیم ترین تقریب تاجپوشی ہے۔

نارووال میں کرسمس ڈے۔(۲۲)

گلبرگ لاہور میں مقدسہ مریم کی رسمِ تاجپوشی (۲۳)

پہاڑی کی تعمیر اور مقدسہ مریم کی تاجپوشی (سانگھڑ)(۲۴)

کوئٹہ میں کرسمس ڈے کی تقریب۔(۲۵)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ بات واضح ہے کہ مسیحی اقلیت پاکستان میں اپنی تہوار ورسوم میں مکمل آزاد ہیں۔ خاص طور پر کرسمس کے تہوار میں جہاں گورنمنٹ آف پاکستان کی طرف سے اعلامیے جاری ہوتے ہیں۔ وہاں ملکِ پاکستان کے مذہبی ادارے بھی جذبہ حب الوطنی اور وحدت ملی کے طور پر مسیحی برادری کے شانہ بشانہ ان کی خوشیوں میں شریک ہوتے ہیں۔

ii۔ مسلم مذہبی اداروں اور قائدین کی مسیحی تہواروں میں شرکت:

بہت سے مسلم مذہبی ادارے کرسمس تہواروں میں وحدتِ ملی کے طور پر مسیحی برادری کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ ان اداروں میں سے ایک ادارہ منہاج القرآن انٹرنیشنل کا ذیلی ادارہ۔ (Muslim Christian Dialogue Forum) (MCDF) ہر سال کرسمس تہوار پر پروگرامز کا انعقاد کرتا ہے۔ بانی ادارہ منہاج القرآن ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی طرف سے ہر سال مسیحی برادری کے لیے محبت و امن کے پیغامات ارسال ہوتے ہیں۔ فریقین ایک دوسرے کے مراکز میں جذبہ خیر سگالی کے طور پر پروگرامز کا انعقاد کرتے ہیں۔(۲۶)

یہی وہ رویہ ہے کہ جو اقلیتوں کے دل میں اسلام اور محبتِ اسلام کا تصور ڈال سکتا ہے۔

iii۔ بپٹسٹ چرچ لاہور میں میلاد النبی ﷺ کی تقریب:

مسیحی پاکستان میں آزادی سے مذہبی تہوار مناتے ہیں اور مسلم حضرات بھی ان کی دلجوئی کے لیے ان کے تہواروں میں شرکت کرتے آرہے ہیں اس کا اثر یہ ہوا کہ ۲۸ فروری ۲۰۱۰ء کو بپٹسٹ چرچ شاہدرہ لاہور میں مدر ٹریسا ویلفیئر سوسائٹی پاکستان کی طرف سے میلاد النبی ﷺ کے سلسلہ میں پروگرام منعقد ہوا جس کا عنوان بھی میلاد النبی ﷺ کانفرنس تھا۔ اس پروگرام کے مہمانِ خصوصی ریورنڈ چمن سردار (جن کا تعلق مسیحی اقلیت سے ہے) تھے۔ اور اس کے علاوہ دیگر اقلیتوں کے نمائندگان نے بھی اس پروگرام میں شرکت کی۔ اس پروگرام کی کاروائی کی ویڈیو یوٹیوب (Youtube) پر موجود ہے۔(۲۷)

کسی بھی ملک کی اقلیت کا رویہ اکثریت کے رویے کا ردِّعمل ہوتا ہے۔ پاکستان کی مسیحی اقلیت اگر میلاد النبی ﷺ کا انعقاد کرتی ہے تو یہ اس رویے کا ردِّعمل ہے کہ پاکستانی مسلم اپنی مسیحی برادری کے کرسمس تہوار میں ان کے شانہ بشانہ شریک ہوتے ہیں۔ مسیحی برادری کا میلاد کانفرنس منعقد کرنا نہایت خوش آئند عمل ہے جو کہ وطنِ عزیز کے روشن مستقبل کی نوید ہے۔

۲۔ ہندو اقلیت (تہوار ورسوم):

مسیحیوں کے بعد ہندو پاکستان کی دوسری بڑی اقلیت ہیں۔

ریڈیو پاکستان لاہور ہندوؤں کے مذہبی تہواروں پر سال میں چار بار ان کے مخصوص پروگرام نشر کرتا ہے۔

تقریب	دورانیہ
جنم اشٹمی	۲۰ منٹ
دوسہرا	۱۰ منٹ
بالمیک جی کا جنم دن	۱۰ منٹ
دیوالی	۱۰ منٹ (۲۸)

ہندو اقلیت کی اکثریت سندھ میں آباد ہے۔ ریڈیو پاکستان حیدرآباد سے ہندو اقلیت کے لیے ان تہواروں پر مندرجہ ذیل پروگرام نشر ہوتے ہیں۔

تقریب	دورانیہ
دوسہرا	۳۰ منٹ
دیوالی	۳۰ منٹ (۲۹)

گذشتہ فصل میں ہندوؤں کے شائع ہونے والے جرائد ورسائل کے متعلق بھی تفصیلاً ذکر ہو چکا۔ آزادی اظہار ِرائے کے ساتھ ساتھ پاکستانی ہندو رسوم وتہوار منانے میں بھی آزاد ہیں بلکہ حکومت کی سرپرستی بھی حاصل ہے۔

اس کے علاوہ اگر جائزہ لیا جائے تو ملک کے طول وعرض میں جہاں جہاں تک ہندو آباد ہیں وہ اپنے رہن سہن رسوم وتہوار میں نہ صرف آزاد ہیں بلکہ مسلم برادری بھی اپنے ہم وطن ہندو برادری کے ساتھ ان کے تہواروں میں شریک ہوتے ہیں۔ چند ایک مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

i۔سندھ میں ہولی تہوار (رپورٹ: جیو نیوز):

جیو نیوز کی ایک رپورٹ کے مطابق اندرونِ سندھ میں حیدرآباد، میرپورخاص، سانگھڑ، گھمپیر و، بدین، کولاڑ چی ، مٹھی، جھانچھلو، اسلام کوٹ، عمرکوٹ، سمارو، سکھر، لاڑکانہ، جیکب آباد، شکارپور اور نواب شاہ سمیت سندھ کے دیگر چھوٹے بڑے شہروں میں ہندو برادری ہولی کا تہوار آزادانہ مناتے ہیں۔ اس ویڈیو میں دیکھایا گیا ہے کہ مندرجہ بالا تمام شہروں کی

گلیوں بازاروں میں ہندو برادری اپنے خاص طریقہ کار کے تحت (ایک دوسرے پر رنگ پھینکتے ہوئے) ہولی کا تہوار مناتے ہیں۔اس موقع پر ہندوؤں نے انٹرویو دیتے ہوئے اپنے تہوار پر اور آزادی پر اظہارِ اطمینان کیا اور دیگر مسلم برادریوں کی شرکت پر اظہارِ تشکر کیا۔(۳۰)

ii۔پشاور میں ہولی (رپورٹ: شبیر حسین امام)

۲۶ اکتوبر ۲۰۱۱ء کو پشاور میں ہولی کے موقع پر آزادانہ رقص کرتے دیکھایا گیا وہاں ہولی تہوار کی تاریخ بتاتے ہوئے ایک خاتون نے پاکستان کے بارے میں جو کلمات کہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

> ''شری رام چندر جی کو ان کی ماں ۱۴ سال کے لیے جلاوطن کر دیتی ہے تا کہ بادشاہی میرے بیٹے کو ملے ۱۴ سال کی جلاوطنی کے بعد جب شری رام جی واپس آتے ہیں تو ان کے واپس آنے کی خوشی میں ''ہولی'' منائی گئی تھی۔بس اسی خوشی کو ہم آج تک منا رہے ہیں۔اس موقع پر ہم پکوان بناتے ہیں خوشیاں مناتے ہیں۔ہم بہت خوش ہیں اور ہم پیارے پاکستان کے بہت شکر گزار ہیں کہ جنہوں نے ہمیں موقع دیا ہے آزادی دی ہے ہمارے پاس وہ لفظ نہیں ہیں کہ ہم شکر یہ ادا کر سکیں اور ہمارا کوئی بھی تہوار ہوتا ہے تو ہم اپنے دل سے سب سے پہلے اپنے پیارے پاکستان کے لیے دعا کرتے ہیں کہ پیارے پاکستان کو خدا بری نظر سے بچائے اور ہر غم اور ہر پریشانی سے محفوظ رکھے۔جو سہولت ہمیں انڈیا میں ملتی تھیں اس سے کہیں بڑھ کر ہمیں پاکستان میں ملتی ہیں، ہمیں ہر طرح سے آزادی ہے۔بچوں کے سکول جانے میں عبادت گاہوں میں جانے میں کوئی روک ٹوک نہیں پاکستان میں۔ہم پاکستان میں بہت خوش ہیں اور آج اسی خوشی سے ہم تہوار منا رہے ہیں۔(۳۱)

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ پاکستان کا صوبہ خیبر پختون خواہ کٹر مسلمانوں کا علاقہ سمجھا جاتا ہے جہاں کے مسلمان زیادہ تر مذہبی قسم کے ہوتے ہیں۔اسی صوبہ کے شہر پشاور میں ہندوؤں کا آزادانہ تہوار منانا اور اس پر اظہارِ اطمینان کرنا اس امر کی گواہی ہے کہ کٹر مسلمان کبھی انتہا پسند نہیں ہوسکتا۔اگر انتہا پسند ہوتے تو پشاور کے حالات بھی انڈیا کے احمد آباد یا گجرات سے مختلف نہ ہوتے۔

اسی طرح پاکستان کے دیگر صوبوں اور شہروں میں ہندو برادری اپنا ہر تہوار مکمل آزادی کے ساتھ مناتے اور مسلم برادری بھی ان کی خوشیوں کا حصہ بنتے رہتے ہیں۔

iii۔سڑک کا سچ (ہندو آزادی پاکستان میں) ٹی وی سروے:

Online.Tv ۲۴/۷ کے ایک سروے میں ہولی کے موقع پر سندھ کے مختلف علاقوں کا سروے کیا گیا اور ہولی کے تہوار کی تاریخ کے ساتھ ساتھ ہندو برادری کی مذہبی آزادی کا بھی جائزہ لیا گیا۔ Online.Tv کے Host عابد بیلی نے مختلف لوگوں سے رائے لی۔

اس پروگرام میں جہاں اور بھی بہت لوگوں سے سوال کیے گئے اور تقریباً تمام سوالوں کا جواب تسلی بخش تھا ان سوالوں میں سے ایک سوال یہ تھا۔

''س: اگر آپ لوگوں کو ایسا موقع ملے کہ آپ کو انڈیا جانے کا چانس دیا جائے کہ آپ انڈیا جاؤ یا پاکستان رہو تو آپ لوگ انڈیا اور پاکستان میں سے کیا چیز Sellect کرو گے؟

جواب: We have independent here, ہم پاکستان میں آزاد ہیں۔ مذہبی طور پر، معاشی طور پر، تعلیمی طور پر، ہمیں اتنا Freedom ہے کہ ہم اپنے سب بڑے بڑے مندر، بہت بڑے بڑے بھنڈارے، شادی بیاہ اور بڑے بڑے منڈپ لگانے میں ہر طرح سے آزاد ہیں۔ گورنمنٹ کی ہمیں بہت سپورٹ ہے اور اگر ہمیں چانس دیا جائے انڈیا جانے کا تو We never go back to India.''(۳۲)

اسی طرح پنجاب کے مختلف شہروں میں بھی ہولی تہوار منائے جاتے ہیں۔

iv۔کرشنا مندر (رنگ روڈ لاہور) میں ہولی تہوار:

جیو نیوز کی ایک رپورٹ کے مطابق کرشنا مندر لاہور میں ۱۲۸ کتوبر ۲۰۱۱ء کو ہولی تہوار منایا گیا۔ جس میں ہندو برادری کے مذہبی جوش اور جذبے کی تقریب کا اِنعقاد کیا۔(۳۳)

v۔ملتان میں ہولی تہوار:

ملتان میں ڈبل پھاٹک، پرانا شجاع آباد روڈ اور باغ لانگے خاں سمیت مختلف مقامات پر ہولی کی شاندار تقریبات کا انعقاد کیا جاتا ہے۔(۳۴)

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا کہ کسی بھی ملک کی اقلیت کا رویہ اکثریت کے رویے کا ردّعمل ہوتا ہے۔ اگر اکثریت کا رویہ مثبت ہوگا تو اقلیت کا رویہ بھی مثبت ہوگا۔ پاکستانی اکثریت کا مثبت رویے کا ایک بہترین ردّعمل ہندو برادری کی

طرف سے بھی دیکھا گیا۔ جس کا اظہار انہوں نے ۱۳ فروری ۲۰۱۲ء کو بالمیک مندر نیلا گنبد لاہور میں میلاد النبی ﷺ کا پروگرام کا انعقاد کر کے کیا۔

vi۔ بالمیک مندر لاہور میں مجلسِ میلاد النبی ﷺ:

۱۳ فروری ۲۰۱۲ء کو سوامی بالمیک مندر لاہور میں میلاد النبی ﷺ کے سلسلہ میں پروگرام کا انعقاد ہوا۔ یہ پروگرام (انٹرفیتھ ریلیشنز منہاج القرآن انٹرنیشنل) کے تعاون سے ہوا۔ جس میں مسلمانوں، ہندوؤں اور دیگر مذاہب کے لوگوں نے بھی شرکت کی۔

تقریب کا آغاز پنڈت بھگت لال نے معروف ہندو شاعر دلوں رام کوثریؔ کی لکھی ہوئی نعت کے اس شعر سے کیا۔

عشق ہو جائے کسی سے کوئی چارہ تو نہیں

صرف مسلم کا محمد ﷺ پہ اجارہ تو نہیں (۳۵)

اس کے بعد پنڈت بھگت لال نے کہا جشنِ ولادتِ پیغمبرِ انسانیت ﷺ سب کو مبارک ہو۔

پھر پنڈت بھگت لال نے بالمیک مندر کی سبھا (جو کہ ہندو گائک تھے) کو دعوت دی کہ آئیں اور سرکار ﷺ کی خدمت میں اپنی شردھا کے پھول پیش کریں۔

ڈولکی اور پیانو کے ساتھ انہوں نے جو نعتیں پڑھیں وہ مندرجہ ذیل ہیں

محمد مصطفیٰ ؐ ، حبیب کبیریا

نگاواں پیاسیاں ، شوق دیدار دا

اس کے علاوہ نعیم ہاشمی کی لکھی ہوئی مشہور نعت شاہِ مدینہ پیش کی گئی۔

طیبہ کے والی سارے نبی تیرے در کے سوالی

شاہِ مدینہ ، شاہِ مدینہ

جلوے ہیں سارے تیرے ہی دم سے

آباد عالم تیرے قدم سے

باقی ہر اِک شے نقشِ خیالی

سارے نبی تیرے در کے سوالی

پروگرام کے آخر میں نمازِ عصر بالمیک مندر کے احاطے میں ادا کی گئی۔ (۳۶)

مسیحیوں کی طرح پاکستان کی دوسری بڑی اقلیت ہندوؤں کا مسلمانوں کے ساتھ گھل مل کر مذہبی تہواروں کا منانا پاکستان میں بین المذاہب رواداری اور بہترین معاشرتی برتاؤ کی مثال ہے، اگر یہی سلسلہ جاری وساری رہا تو باقی ماندہ فاصلے بھی ختم ہو جائیں گے اور وطنِ عزیز امن وآتشی کا گہوارہ بن جائے گا۔ یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہیں ہوگا کہ اگر چہار دہانگ عالم میں نظر دوڑائیں تو بین المذاہب رواداری کی اتنی شاندار مثال دنیا کے اور کسی خطے میں نہیں ملتی۔

۳۔سکھ اقلیت (مذہبی تہوار ورسوم):

سکھ اقلیت تعداد کے اعتبار سے پاکستان کی ایک مختصر سی اقلیت ہے۔لیکن پاکستان کا خطہ(ان کی عبادت گاہوں اور متبرک مقامات کی وجہ سے) پاکستانی سکھوں کے لیے بالخصوص اور پوری دنیا کے سکھوں کے لیے بالعموم نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

گذشتہ فصل میں پاکستانی سکھوں کی مذہبی آزادی پر گفتگو ہو چکی۔لیکن یہاں سکھوں کے مذہبی تہواروں رسوم کی بات کرتے ہوئے ایک معاملہ(جو کہ پاکستانی سکھ اقلیت کا دیرینہ مطالبہ بھی تھا) خاص توجہ کا حامل ہے۔جو کہ''انند کیرج ایکٹ'' ہے۔

i۔انند کیرج ایکٹ(Anand Karaj Act):

آنند شادی کی تقریب (سکھون کے دس اولین گروؤں میں سے تیسرے گرو، گروامرداس (۱۴۷۹ء۔۱۵۷۴ء) سے منسلک ہے۔جن کو ۲۶ مارچ ۱۵۵۲ء میں سکھ گرو کا لقب ملا۔(۳۷)

انند شادی تقریب سکھوں کی خاص تقریب ہے جس کی ابتداء گروامرداس نے کی تھی۔شادی کے موقع پر دلہا اور دلہن کو گوردوارے میں آمنے سامنے بٹھا کر چالیس جملوں پر مشتمل بھجن گایا جاتا تھا سکھ عقیدے کے مطابق انند شادی تقریب بنیادی طور پر ایک روحانی تقریب ہے۔

ii۔انڈین سکھوں کا اپنی حکومت سے مطالبہ:

تقسیم ہند کے بعد انڈیا میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے بعد سکھ تیسری بڑی اقلیت ہیں۔(۳۸)

انڈیا میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے لیے الگ الگ میرج ایکٹ ہیں ۔ جب کہ سکھوں کے لیے کوئی الگ میرج ایکٹ تشکیل نہیں دیا گیا۔ بلکہ تیسری بڑی اقلیت کو انڈیا نے ۱۹۵۵ء کے ہندو میرج ایکٹ کے اندر ہی مدغم کر کے رکھ دیا تھا۔(۳۹)

جس پر انڈیا کی پوری سکھ اقلیت تقسیم ہند کے بعد سے ۲۰۱۲ء تک سراپائے احتجاج رہی۔انڈیا کی سکھ اقلیت کا اپنی سرکار سے یہی تنازعہ رہا کہ سکھوں کا مذہب ورسوم رواج الگ ہیں۔شادی کا طریقہ کار ہندوؤں سے مختلف ہے۔ ہندو سرکار مشترکہ میرج ایکٹ کے ذریعے سکھوں کی روایات کو ہندو روایات میں مدغم کرنے کی گھنوئنی سازش کر رہی ہے لہٰذا ہمارا پرزور مطالبہ ہے کہ سکھوں کے لیے الگ میرج ایکٹ تشکیل دیا جائے۔(۴۰)لیکن انڈین سکھوں کی کہیں شنوائی نہ

ہوئی۔

iii۔انند کیرج ایکٹ پاکستان (۲۰۰۷ء):

انڈیا کے مقابلہ میں پاکستانی سکھ اقلیت بہت کم ہے۔۲۰۰،۰۰ سکھ اقلیت کے لیے حکومتِ پاکستان نے سکھ اقلیت کے مطالبہ تسلیم کرتے ہوئے ۲۰۰۷ء میں ''انند کیرج ایکٹ'' کو تسلیم کرلیا۔

جس کے تحت گورنمنٹ آف پاکستان نے ''سکھ گردوارا پربھاندھک کمیٹی (PSGPC) کو سرٹیفکیٹس جاری کر دیے کہ وہ اپنے رسوم ورواج کے تحت آزادی سے اپنی شادی کی تقریبات منعقد کرواسکتے ہیں یہی نہیں بلکہ دنیا میں آباد تمام سکھوں کو (بغیر کسی سرحدی حد بندی کے) پاکستان میں آباد سکھ برادری سے رشتہ قائم کرنے کی اجازت بھی دے دی گئی۔(۴۱)

یہ ایسی خبر تھی کہ جس سے پاکستانی سکھوں میں بالخصوص اور دنیا میں آباد سکھوں میں بالعموم خوشی کی لہر دوڑ پڑی اور یہی وہ خبر تھی جس نے انڈیا کے ایوانوں میں تہلکہ مچادیا۔

iv۔انند کیرج ایکٹ پاکستان اور انڈین سکھوں کا ردّ عمل:

انند کیرج ایکٹ پاکستان منظور ہونے کی دیر تھی کہ جہاں پوری دنیا کے سکھوں نے اس قانون پر اظہارِ اطمینان کیا وہاں انڈیا کے سکھوں نے بڑے بڑے جلسے منعقد کر کے انڈیا کے سرزمین پر ہی ''پاکستان زندہ باد، پاکستان زندہ باد'' کے نعرے لگائے۔گویا وہ ہندوستان جہاں کے حکام پاکستان کا نام سننا پسند نہیں کرتے تھے۔ان کی ہی سرزمین پاکستان کے نعروں سے گونج رہی تھی۔(۴۲)

لہٰذا اس صورتِ حال کے پیشِ نظر انند کیرج ایکٹ پاکستان کی منظوری کے پانچ سسال بعد۔ ہندوستانی حکومت نے ۲۰۱۲ء میں انتہائی تحفظات کے ساتھ اپنے ملک کے سکھوں کے لیے انند میرج ایکٹ کا مطالبہ منظور کرلیا۔ البتہ ابھی قانونی عمل جاری ہے۔

نتیجہ:

پاکستان ایک اسلامی نظریاتی مملکت ہے۔جس میں اسلامی تعلیمات کے عین مطابق غیر مسلم رعایا کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بنانے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی رہی ہے۔''انند کیرج ایکٹ'' اس کی ایک مثال ہے۔اس قانون کے منظوری کے بعد سکھ برادری شادی کی رسومات اپنے خاص مذہبی انداز میں گردواروں میں آزادی کے ساتھ ادا کررہی ہے۔

اس کے علاوہ پاکستان کی دیگر چھوٹی اقلیتیں بھی مذہبی رسوم ورواج میں آزاد ہیں۔

فصل سوم

عبادت گاہیں۔ایک جائزہ

تمہید:

گذشتہ فصول میں تفصیل کے ساتھ اس امر کا جائزہ لیا گیا کہ پاکستان میں اقلیتیں کس قدر آزادی کے ساتھ اپنی مذہبی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں نہ صرف یہ بلکہ ان کو اپنے مذہبی تہوار و رسوم منانے میں بھی کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔نہ صرف تہواروں کا انعقاد ہوتا ہے بلکہ پاکستانی اکثریت بھی ان کے تہواروں میں خوشیاں بانٹتے نظر آتے ہیں۔اس امر کا بھی جائزہ لیا گیا کہ پاکستانی اکثریت کی طرف سے اس قدر بہترین معاشرتی برتاؤ کے سبب اقلیتیں مسلمانوں کے مذہبی تہواروں کا انعقاد اپنی عبادت گاہوں میں کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں جو کہ ایک بہترین معاشرتی عمل ہے۔

اس فصل میں اس امر کا جائزہ لیا جائے گا کہ پاکستان جو کہ ایک اسلامی ریاست ہے اور اس اسلامی ریاست کا آئین اقلیتوں کے تحفظ کی بات کرتا ہے۔اس تحفظ کی بشارت میں کہ اقلیتوں کی عبادت گاہوں کی کیا صورتِ حال ہے؟۔ کیا ان کو عبادت گاہوں کے قیام میں کوئی رکاوٹ تو لاحق نہیں؟ قیام پاکستان سے قبل موجود عبادت گاہوں کی صورتِ حال کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

مسیحی اقلیت (عبادت گاہیں):

جیسا کہ گذشتہ ابواب اور فصول میں ذکر ہو چکا کے مسیحی پاکستان کی پہلی بڑی اقلیت ہیں اور یہ بھی ذکر ہو چکا کہ مسیحت کی ابتداء برصغیر میں تقریباً دوسو سال سے زیادہ عرصہ سے ہوئی تھی۔قیامِ پاکستان کے وقت پاکستان میں بہت سے Churches موجود تھے جو آج تک جوں کے توں نہ صرف قائم ہیں بلکہ مسیحی عبادت گاہوں میں اس کے بعد آج تک اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

آئینِ پاکستان کی مذہبی آزادی کے Section میں لکھا گیا ہے کہ پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کو نہ صرف رسوم و تہوار کی آزادی ہوگی بلکہ وہ عبادت گاہوں کے قیام کرنے میں بھی مکمل آزاد ہیں۔اس آزادی کا اعتراف اقلیتوں کے جرائد ورسائل کر رہے ہیں۔مسیحیوں کے جرائد ورسائل اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ وہ نہ صرف عبادت گاہوں کے قیام کرنے میں آزاد ہیں بلکہ عبادت گاہوں کے لیے چندہ اکٹھا کرنے اور مسیحی علماء کی تقریریاں کرنے میں بھی مکمل آزاد ہیں۔ان تمام تقریبات،اشتہارات اور تقریریوں کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

رائے ونڈ کاتھولک چرچ کا سنگِ بنیاد:

رائے ونڈ لاہور میں کاتھولک چرچ کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔سنگِ بنیاد مسیحی پادری ریونڈ لیو پال نے رکھا۔

مسیحیوں کے رسالہ نقیب کے مطابق۔تقریب کا شایان شان طریقے سے اہتمام کیا گیا۔معزز مہمانوں پر پھول کی پتیاں نچھاور کی گئیں۔معزز مہمانوں کی آمد پر کبوتر چھوڑے گئے۔مہمانِ خصوصی ریونڈ فادر لیو پال نے چرچ کا سنگِ بنیاد رکھا۔(۴۳)

اس کے علاوہ مسیحی جرائد ورسائل اپنی تقریبات کا حوالہ یوں دیتے ہیں۔

حوالہ کے طور پر چرچ اور جگہ کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

رسمِ تقدیس سینٹ جان چرچ یوحنا آباد، لاہور۔(۴۴)

شاہدرہ، لاہور میں چرچ سینٹ جوزف کا افتتاح۔(۴۵)

ہولی روزی چرچ ''خانیوال'' کا افتتاح۔(۴۶)

سینٹ فرانسس چرچ ''آہلو لاہور'' کی رسم برکت۔(۴۷)

لاہور پریسٹرین چرچ کی رسمِ افتتاح۔(۴۸)

سینٹ ہری چرچ ''منٹگمری والا'' کا افتتاح۔(۴۹)

بہاولپور چرچ کی بنیاد رکھی گئی۔

قائم پور ضلع بہاولپور میں جس چرچ کی بنیاد رکھی گئی۔یہ پانچ ایکڑ اراضی مقامی حکومت کی طرف سے مسیحیوں کو الاٹ کی گئی تھی۔جس میں چرچ، سکول، ہاسٹل اور مسیحی کالونی تعمیر کی گئی۔(۵۰)

مہیس شمالی اور ڈھاباں سنگھ علاقہ مریم آباد میں مقدسہ کلارہ اور مقدس انتھنی کے گرجا گھروں کی بنیاد رکھی گئی۔(۵۱)

مندرجہ بالا تمام تحریر سے واضح ہے کہ پاکستانی مسیحیوں کو اپنی عبادت گاہوں کے قیام کرنے میں کوئی دشواری نہیں اور نہ ہی کوئی رکاوٹ ہے۔

اس کے علاوہ مسیحی اپنے اداروں کے قیام کے سلسلہ میں چندہ بھی اکٹھا کرتے ہیں۔ بلکہ کئی گرجا گھر غیر ملکی امداد سے بھی تعمیر ہوتے ہیں۔ چند ایک مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

منٹگمری والا کی مثالی کلیسا:

مسیحی شمارہ پندرہ نقیب کے مطابق ۔۱۳ نومبر ۱۹۸۷ء کو منٹگمری والا میں جرمنی کی امداد سے تعمیر ہونے والے ''سینٹ ہنری چرچ'' کا بشپ جان جوزف کے ہاتھوں افتتاح ہوا۔

اس تقریب میں مغربی جرمنی کے سفارتی نمائندے نے بھی شرکت کی اور اپنی تقریر میں کہا کہ بحیثیت سفارتی نمائندہ میں بہت خوش ہوں کہ آپ کی کوشش اور جرمنی کی مدد سے یہ چرچ پایہ تکمیل تک پہنچا۔اس چرچ پر ۱۶ لاکھ کی لاگت آئی۔ (۵۲)

مغربی ممالک نہ صرف امداد کرتے ہیں بلکہ گرجا گھروں کی مکمل نگرانی بھی رکھتے ہیں۔

اس کے علاوہ مالی اپیل کے ذریعے بھی چندہ اکٹھا کر کے گرجا گھروں کی تعمیر کی جاتی ہے۔مسیحی شمارہ ''ساون'' میں چرچ کی تعمیر کے لیے مالی اپیل اس طرح کی گئی۔

چرچ کی تعمیر کے لیے مالی اپیل:

کلارک آباد (نمائندہ خصوصی) پادری اسلم برکت اور ٹیلر ماسٹر برکت مسیح کلارک آبادی نے مسیحی عوام سے پرزور اپیل کی ہے کہ وہ سینٹ پیٹرز چرچ کلارک آباد کے لیے دل کھول کر مالی مدد کریں۔اکاؤنٹ نمبر سی۔ڈی ۲۲۹۵ الائیڈ بنک لمیٹڈ کوٹ رادھا کشن قصور۔ (۵۳)

دیگر گرجا گھروں کی تعمیر کے لیے چندہ اکٹھا کرنے اور اپیل کرنے کی آزادی ہے۔

اسی طرح پاکستان میں ان گرجا گھروں کے لیے مسیحی علماء کی تقرریاں بھی کی جاتی ہیں۔ چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں جو کہ حسبِ سابق مسیحی جرائد ورسائل ہی سے ماخوذ ہیں۔

میانوالی سینٹ تریضہ کیتھولک چرچ میں بشپ انتھنی لوبو کا استقبال۔ (۵۴)

سانگھڑ پیرش میں نئے کاہن اور مبشر کا سواگت۔ (۵۵)

سرگودھا، چک۳۲ جنوبی پیرش میں نئے کاہن کی آمد۔(۵۶)

بشپ انتھنی لوبوکو اسلام آباد کا بشپ مقرر کر دیا گیا۔(۵۷)

اس کے علاوہ بے شمار پادری آئے دن ریٹائرڈ بھی ہوتے ہیں اور نئے پادریوں کی تقرری بھی ہوتی ہے۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ملکِ پاکستان میں مسیحی اقلیت اپنی عبادات و رسوم میں آزادی کے ساتھ ساتھ عبادت گاہوں کے قیام تعمیر و توسیع اور علماء کی تقرریاں آزادی کے ساتھ بجالا رہے ہیں۔

پاکستانی خطہ میں مسیحی اقلیت قیام پاکستان سے بہت عرصہ قبل نہ صرف موجود تھی بلکہ اپنی عبادت گاہیں بھی تعمیر کرتی رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آج پورے ملک میں بہت سے گرجا گھر ہیں۔ تمام گرجا گھروں کو ضبطِ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا البتہ شہروں کے اعتبار سے اہم گرجا گھروں کی تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں۔

List of Churches in Pakistan

Abbottabad

i. St. Luke's Church

ii. United Presbyterian Church

Bahawalpur

St. Dominic's Church

Bannu

St. George's Church

Dera Ismail Khan

St. John's Church

Dunga Gali

St. John's church

Faisalabad

i. Cathedral of Sts-Peter and Paul

ii. The universal Gospel Assembly Church of Pakistan

iii. The Yerusalem Pente Costal Church

iv. The full Gospel Assemblies Church

v. Pakistan Gospel Assemblies Church

vi. International Gospel Mission Church

vii. The Salvation Army Church

Gojra

Sacred heart Church

Haripur

ST. John's Church

Hyderabad

i. St. Francis xavier cathedral

ii. Universal Gospel Assembly Church

iii. St. Thomas Church

iv. Philadelphia pentecostal Church

v. St. Philip's Church

Islamabad

i. Apostolic Charismatic Ministry

ii. Universal Gospel Assembly Church

iii. St. Thomas Church

iv. Lambs Church Assemblies of God Lamb Church

v. Protestant International Church

vi. St. Thomas Church

vii. Full Gospel Assembly Church Islamabad

viii. Philadelphia Pentecostal Church

Jhelum

St. John's Church

Karachi

i. Brooks Memorial Methodist Church

ii. Universal Gospal Assembly Church

iii. Christ Church Drigh Road

iv. St. luke's Church Baldia Town

v. Christ the King Church

vi. Church of our lady of Fatima

vii. Dr. Luke united Methodies Church

viii. Holy Trinity Cathedral

ix. International Church

x. Our lady of Fatima Church

xi. Philadelphia Pentiecostal Church

xii. Sacred heart Church

xiii. St. Anthony's Church Cantt

xiv. St. Anthony's Church Manora

xv. St. Christopher's Church

xvi. St. Francis xavier's Church Qayamabad

xvii. St. James' Church, Bhattai Colony

xviii. St. John’s Church, Drigh Colony

xix. St. Jude's Church

xx. St. Mark United Methodist Church, Malir Cantt

xxi. St. Lawrence's Church

xxii. St. Patrick's Cathedral

xxiii. St. Paul's Church, Manora

xxiv. St. Philip's Church, Azizabad

xxv. St. Theresa's Church, Korangi Township

xxvi. Stella Maris Church, Korangi Creek

xxvii. Sada-e-Daur Church, Korangi

xxviii. St. Thomas' Church, Drigh Road

Kasur

i. Universal Gospel Assembly Church of Pakistan (UGA)

ii. Our Lady of Sorrows Church

Kohat

i. Christ Church United Methodist Hill Parish

ii. Immaculate Conception Church

iii. Philadelphia Pentecostal Church

Lahore

i. Pakistan Gospel Assemblies (PGA) Located Bahar Colony

ii. The Full Gospel Assemblies of Pakistan Church (FGA) Located Bahar Colony

iii. Universal Gospel Assemblies Church (UGA) Bund Road Lahore

iv. Assemblies of God Church Alama Iqbal Town Lahore

v. World Salvation Evangelism Bahar Colony / Ghalib Market Gulberg III

vi. The Methodist Church of Pakistan

vii. Church of St. Mary Magdalene

viii. Immaculate Conception Church

ix. Presbyterian Church

x. Sacred Heart Cathedral Mall Road

xi. St. Andrew's Church

xii. St. Anthony's Church Mall Road

xiii. St. James Church

xiv. St. Joseph's Church

xv. St. Mary's Church

xvi. Eternal Life Ministries Church Bahar Colony

xvii. The Salvation Army Church Mazang Lahore

xviii. Christ For Pakistan Church Mian Mir Colony Lahore

xix. International Gospel Mission Church (IGM) Dilkuha S Block Model town

xx. The Lamp Fellowship

xxi. Gospel ministries in villages Church Pakistan Raiwind Road Bilal Town Lahore

Larkana

St. Joseph Church

Multan

i. St. Mary the Virgin's Cathedral

ii. Cathedral of the Holy Redeemer

iii. Cathedral of Resurrection

iv. Poiema Christian Centre

v. Full Gospel Church

Murree

i. Church of Seven Sorrows

ii. Holy Trinity Church

iii. St. Matthew's Church (Natia gali)

Nowshera

i. Church of Pakistan Protestant Church

ii. Catholec Church Cathedral Church

Peshawar

i. All Saints Church

ii. St. John's Cathedral

iii. St. John's Church

iv. St Michael's Church

Quetta

i. Holy Rosary Church

ii. St. Mary's Church

Rawalpindi

i. Christ Church Rawalpindi

ii. Nicoll Memorial Church

iii. Sacred Heart Church

iv. St. Andrew's Church

v. St. Mary's Church

vi. St. Paul's Church

vii. Holy Family Catholic Church

viii. St. John's Church

ix. Philadelphia Pentecostal Church

Quetta

Nasri Glorious Church,Quetta

Sanghar

St. Paul's Church, Sanghar

Sargodha

St Francis Xavier Church

Sialkot

i. Sialkot Cathedral

ii. Divine Family Church

iii. True Way Church

iv. Philadelphia Pentecostal Church

Sukkur

i. Nasri Glorious Church

ii. St. Mary's Church

iii. St. Xavier's Church

Thatta

John Wesley Methodist Church[۵۸]

ہندو اقلیت (عبادت گاہیں)

گذشتہ فصول میں ہندوؤں کے مذہبی امور کا جائزہ لیا گیا اور تہوار و رسوم کے انعقاد کا بھی جائزہ لیا گیا۔

چونکہ ہندو سینکڑوں سالوں سے اس خطہ میں رہ رہے ہیں۔ جب پاکستان معرض وجود میں آیا جہاں اور بھی بہت سی وجوہات تھیں وہاں ایک بڑی وجہ دوقومی نظریہ بھی تھا۔ یہ دوقومی نظریہ، ہندو اور مسلمان دو الگ قوموں کی بنیاد پر تھا۔ یہی وجہ ہے جب پاکستان کا قیام ہوا اس وقت مسلمانوں کا سب سے بڑا تنازعہ ہندوؤں کے ساتھ تھا۔ ہندو قوم اور ان کے لیڈروں نے خوب جی بھر کے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی۔ ہندو اکثریت والا کوئی ایسا علاقہ نہ تھا کہ جس میں مسلمان اقلیت سلامتی کے ساتھ ہوں۔ بعدازاں یہی افسوسناک صورتِ حال مسلم اکثریت کے علاقوں میں بھی شروع ہو گئی تھی۔لیکن قائداعظم محمد علی جناح کے تدبیر اور حکمتِ عملی کے تحت مسلمانوں کو اس قبیح فعل کو جاری رکھنے سے روک لیا گیا۔

یہ بات حقیقت ہے کہ پاک و ہند کے قیام کے بعد ہندوستانی مسلم ہندوستانی اور پاکستانی ہندو پاکستانی ہیں بغیر کسی مذہبی امتیاز کے ساتھ ان کو وہی مقام ملنا چاہیے جیسا کہ دونوں ممالک کی اکثریت کو حاصل ہے۔لیکن ہر برے کام کی ابتداء انڈیا سے ہوتی رہی جس کا اثر پاکستان پر بھی پڑتا رہا۔ بابری مسجد کا تنازعہ سے ساری دنیا واقف ہے۔ وہاں بابری مسجد تباہ ہوئی یہاں کچھ ناعاقبت اندیش مسلمانوں نے ہندوؤں کے مندروں کو نشانہ بنایا۔لیکن یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ان دنوں پاکستان میں وہ مندر نشانہ کی زد میں آئے جو کہ غیر آباد تھے۔لیکن بہرحال یہ امر بھی افسوس ناک ہے۔

لیکن یہ امر بھی حقیقت ہے کہ پاکستان میں ہندوؤں کی ہزار ہا سال پرانی عبادت گاہیں آج تک جوں کی توں قائم ودائم ہیں۔ بلکہ ان کی نئی عبادت گاہیں نہ صرف تعمیر ہوتی ہیں بلکہ حکومتی امداد اور مراعات بھی حاصل رہتی ہیں۔

روزنامہ جنگ کی ایک رورٹ کے مطابق

مہیشوری برادری کا اظہارِ تشکر:

مہیشوری برادری کی الگ میٹنگ میں سماجی رہنما، منگل گوپال، کشن ہری، بدھارام نے گوپال ہری جی مائی دیو استھان کمپاؤنڈ وال (ٹھٹھہ) زمین کا مسئلہ حل کروانے پر شکریہ ادا کیا ہے۔ انہوں نے رکن قومی اسمبلی سید شفقت حسین شاہ اور سید اعجاز علی شاہ شیرازی کا بھی درگاہ مائی دیو کے لیے زمین مہیا کرنے اور ان کے ساتھ تعاون کرنے پر شکریہ ادا کیا۔(۵۹)

پاکستان میں ہندوؤں کی عبادت گاہیں مندرجہ ذیل ہیں۔

ہندو مندر (پاکستان)

۱۔آزاد کشمیر:

۱۔ شارادھا پیتھ

۲۔اسلام آباد:

۱۔ آریا ٹیمپل نواں شہر

۲۔ شیوا ٹیمپل اور دوسہرا ہاؤس،(old)

۳۔ کرشنا ٹیمپل (old) ایبٹ آباد

۴۔ ہریری درگاہ ٹیمپل اینڈ شرینی ہریری ہل

۵۔ شیوا ٹیمپل مانسہرہ

۶۔ نندی مندر

۷۔ بالمیکی مندر پشاور

۸۔ شیو مندر نوشہرہ

۹۔ لکشمی نارائن مندر مردان

۱۰۔ کالی مندر ڈیرہ اسماعیل خان

پنجاب:

۱۔	ادیتیا سن ٹیمپل	ملتان
۲۔	جگانا ٹیمپل	سیالکوٹ
۳۔	کاتسس راج ٹیمپل	چکوال
۴۔	کرشنا ٹیمپل	راوی روڈ لاہور
۵۔	اولڈ ٹیمپل	سیالکوٹ
۶۔	سری نرسماہا ٹیمپل	

۷۔	سورج کنڈ ٹیمپل	ملتان

سندھ:

۱۔	سمادھا اشرم	
۲۔	شنکارانند بھارتی	
۳۔	خط واری دربار	شکار پور سکھر
۴۔	سدھ بیلو	
۵۔	وسان شاہ دربار	روہڑی سکھر
۶۔	بابا غریب داس دربار	غوث پور کندھ کوٹ
۷۔	جھولے لال مندر	بگرجی سکھر
۸۔	گرونانک داس مندر	
۹۔	بابا خط والا صاحب مندر	
۱۰۔	شیو مندر	
۱۱۔	بابا ہرادارم	شاہ داد کوٹ
۱۲۔	بھنگاری شیو مندر	کاکڑی گراؤنڈ کراچی
۱۳۔	دریالال سنکت موچن مندر	کسٹم ہاؤس کراچی
۱۴۔	دیوی مندر	بمبئی بازار کراچی
۱۵۔	ہنومان مندر	ڈولی کھاتہ کراچی
۱۶۔	ہنومان مندر	فریری روڈ کراچی
۱۷۔	ہنگلاج ماتا مندر	بھیم پورا کراچی
۱۸۔	کالی ماتا ٹیمپل	عمر کوٹ
۱۹۔	کرشنا مندر	عمر کوٹ
۲۰۔	لکشمی نارائن مندر	کراچی

۲۱۔	منہار مندر کٹھواری مندر	کراچی
۲۲۔	ماتا مندر	ڈولی کھاتا کراچی
۲۳۔	ملیر مندر	شاہ فیصل کالونی کراچی
۲۴۔	ترسنک ماہادیو مندر	رسالہ کراچی
۲۵۔	پنج مکھی مہاراج ہنومان مندر	سولجر بازار کراچی
۲۶۔	پموال داس شیو مندر	بغدادی صدر کراچی
۲۷۔	پرانا مندر	صدر کراچی
۲۸۔	رات ناگیشور ماہادیو مندر	کلفٹن کراچی
۲۹۔	رام چندر مندر	صدر کراچی
۳۰۔	شیشالا ماتا مندر	بھیم پور کراچی
۳۱۔	شیو مندر	اسلامیہ کالج کراچی
۳۲۔	شری لکشمی ہنومان مندر	ناتیو جتے کراچی
۳۳۔	شری سوانی نارائن	محمد علی جناح روڈ کراچی
۳۴۔	شری دیوی ماتا مندر	چلھار ڈیسٹ مٹھی لقار
۳۵۔	شری مرلی مندر	چلھار ڈیسٹ مٹھی لقار
۳۶۔	شری راپی مندر	چلھار ڈیسٹ مٹھی لقار
۳۷۔	شیو مندر	چلھار ڈیسٹ مٹھی لقار
۳۹۔	شری پنچ مکھی ہنومان مندر	گارڈن ایسٹ کراچی
۴۰۔	شری وران دیو مندر	تھرپارکر
۴۲۔	شری ہنومان مندر	J.M.P.C کراچی
۴۳۔	شری مری عمان ٹیمپل	J.M.P.C کراچی
۴۴۔	شری مری ماتا مندر	گورونگی کراچی
۴۵۔	شری مری دھار	مٹھی تھرپارکر

۴۶۔	شری پیر پتھور مندر	مٹھی تھرپارکر
۴۷۔	شری رام پیر مندر	مٹھی تھرپارکر
۴۸۔	شان توشی ماں مندر	مٹھی تھرپارکر
۴۹۔	شیو پاروتی مندر	مٹھی تھرپارکر
۵۰۔	لوکیشن مندر	مٹھی تھرپارکر[۶۰]

سکھ اقلیت (عبادت گاہیں):

گزشتہ فصول میں سکھوں کے متعلق تفصیل سے ذکر ہو چکا۔ مذہبی امور، رسوم وتہوار یہ بھی ذکر ہوا کہ پاکستان کا خطہ سکھوں کے لیے انتہائی متبرک ہے۔ نہ صرف پاکستانی سکھ بلکہ دنیا کے تمام سکھ پاکستان میں اپنی عبادت گاہوں کی زیارت کے لیے بے چین رہتے ہیں اور حکومت پاکستان نے بغیر کسی روک ٹوک کے دنیا کے تمام سکھوں کے لیے اپنے دروازے کھول رکھے ہیں۔ پوری دنیا سے ہزاروں سکھ یاتری ہر سال بیساکھی میلہ پر پاکستان کا رُخ کرتے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ سکھ قوم پاکستانی خطہ سے عقیدت رکھنے کے ساتھ ساتھ پاکستانی قوم سے بھی محبت رکھتے ہیں۔ بلکہ ماضی کی تلخ یادوں پر آنسو بہاتے بھی دکھائی دیتے ہیں۔

سینکڑوں ہزاروں سکھ یاتری ہر سال پاکستان آتے ہیں اور محبت والفت کا درس لے کر اور بہترین مہمان نوازی پر خوش وخرم واپس لوٹتے ہیں۔ اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ یہی نہیں بلکہ پاکستان کی حکومت سکھوں کے مذہبی مقامات کی تعمیری وتوسیع کے لیے خصوصی فنڈز کا اجراء کرتی رہتی ہے۔ جس پر پاکستانی سکھ اقلیت کے ساتھ ساتھ دنیا کے دیگر سکھ بھی اظہارِ تشکر کرتے ہیں۔

پاکستان میں آ کر گھر جیسا کون ملتا ہے۔ (سرجیت سنگھ):

سکھوں کے مذہبی مقامات کی دیکھ بھال اور سکھ یاتریوں کی شاندار خدمت کرنے پر ہم حکومتِ پاکستان کے ممنون ہیں۔ یہاں آ کر ہمیں گھر جیسا کون ملتا ہے۔ یہ بات گردوارا سچا سودا پر آئے سکھ یاتریوں کے جتھے دار سردار سرجیت سنگھ نے نوائے وقت سے گفتگو کرتے ہوئے کہی۔ انہوں نے کہا کہ سکھ مذہب کے بانی بابا گورونا نک نے انسانوں کو پیار محبت سے زندگی گزارنے کا درس دیا۔ جس طرح اسلام میں انتہا پسندی کا تصور نہیں۔ اسی طرح بابا جی نے بھی انتہا پسندی سے منع کیا۔ سکھ یاتریوں نے اپنی مذہبی رسومات عقیدت واحترام سے ادا کیں۔ جبکہ زیرِ تعمیر گردوارہ کمپلیکس کی جدید تعمیر میں خاصی دلچسپی کا اظہار کیا تاہم اس بار زیادہ تعداد عورتوں اور بچوں کی تھی۔ [۶۱]

یہ سکھ یاتری ہر سال بیساکھی تہوار پر ہزاروں کی تعداد میں انڈیا سمیت پوری دنیا سے پاکستان آتے رہتے ہیں۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ پاکستانی سکھ اقلیت بھی اپنے پاکستانی ہونے پر نہ صرف اظہارِ اطمینان کرتے ہیں۔ بلکہ پاکستانی ہونے پر فخر بھی کرتے ہیں۔ ان کا ثبوت سردار شام سنگھ کا وہ انٹرویو ہے جو جیو نیوز کے معروف اینکر پرسن حسن نثار نے کیا تھا۔

سردارشام سنگھ (چیئر مین گردوارا کمیٹی پاکستان):

جیو نیوز کے پروگرام چوراہا میں حسن نثار نے سردار شام سنگھ سے سوال کیا کہ آپ کے خیال میں ہندوستانی سکھ ہندوراج سے مطمئن ہیں یا پاکستانی سکھ بہتر زندگی گزار رہے ہیں؟

اس سوال کے جواب میں سردار شام سنگھ نے جواب دیا کہ جب ہندوستان تقسیم ہوا اس وقت میری عمر ۱۱ سال تھی۔ ہم مجبور تھے، ہمارے لیے نہ پاکستان تھا نہ ہندوستان لیکن مجبوراً ہم پاکستان میں رہے لیکن ہمارا دل ہندوستان سے جڑا ہوا تھا۔ اور ہم خیال کرتے تھے کہ ہمارے وہ لوگ جو ہندوستان چلے گئے وہ ٹھیک ہیں اور ہم مظلوم ہیں۔ لیکن جب ۱۹۸۴ء میں انڈیا میں فسادات ہوئے اور گردوارا دربار صاحب پر حملہ ہوا۔ ہندوستانی سکھ دکھی ہو گئے اور ہم سکھی ہو گئے۔ ہمیں پاکستان میں عزت ملتی ہے۔ ہر کوئی قدر کرتا ہے۔ جہاں بھی جاؤ لوگ سردار جی سردار جی کر کے بلاتے ہیں۔ ہم یہاں ہندوستان کی نسبت بہت خوش ہیں۔ (۶۲)

باتیں اور بھی بہت ہیں جو یہاں یہ ثابت کرنے کے لیے درج کی جاسکتی ہیں کہ پاکستان کی سکھ اقلیت پاکستان میں نہ صرف آزادی سے رہ رہے ہیں بلکہ ان کی عبادت گاہیں بھی محفوظ ہیں اور وہ تہوار اور رسوم اپنی منشاء کے مطابق آزادانہ ادا کر رہے ہیں۔

سکھوں کی عبادت گاہیں قیامِ پاکستان سے قبل بھی موجود تھیں اور آج بھی قائم و دائم ہیں۔ بلکہ حکومتِ پاکستان کئی مواقع پر ان کی ترقی و توسیع کے لیے فنڈز کا بھی اجراء کرتی رہتی ہے۔

حکومتِ پاکستان کی طرف سے گوردواروں کو ۵۰ لاکھ کا فنڈ:

وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے پاکستان میں سکھوں کے گوردواروں کے لیے پچاس لاکھ روپوں کی خصوصی گرانٹ کا اعلان کیا ہے۔ وزیر اعظم نے وزارتِ مذہبی امور کو ہدایت کی ہے کہ وہ گوردواروں کی تزئین و آرائش کے لیے اقدامات کرے۔ (۶۳)

گرانٹس کا یہ سلسلہ آج تک جاری و ساری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سکھون کے ملک بھر میں گردوارے نہ صرف قائم ہیں بلکہ تزئین و آرائش کے ذریعے خوب سے خوب تر ہوتے جا رہے ہیں۔

پاکستان میں سکھوں کے اہم گردوارے مندرجہ ذیل:

پاکستان میں گوردوارے

صوبہ پنجاب

Nankana Sahib

i. Gurdwara Janam Asthan

ii. Gurdwara Bal Lilah

iii. Gurdwara Patti Sahib

iv. Gurdwara Mall Ji Sahib

v. Gurdwara Kiara Sahib

vi. Gurdwara Tambu Sahib

vii. Gurdwara Guru Hargobind Sahib

viii. Gurdwara Guru Arjan Dev Ji

ix. Gurdwara Nihang Singhan

x. Gurudwara Panjvin and Chhevin Patshahi

Lahore

i. Gurdwara Pehli Patshahi

ii. Gurdwara Sri Nank Garh

iii. Baoli Sahib Sri Guru Amar Das

iv. Parkash Asthan Sri Guru Ram Das

v. Gurdwara Diwan Khana

vi. Dharamshala Sri Guru Ramdas

vii. Gurdwara Baoli Sahib Guru Arjan Dev

viii. Gurdwara Bhai Budhu Da Awa

ix. Gurdwara Lal Khooh

xx. Gurdwara Dehra Sahib Sri Guru Arjan Dev

xxi. Gurdwara Patshahi Chhevin Muzang

xxii. Gurdwara Shikargarh Patshahi Chhevin

xxiii. Shahid Ganj Bhai Taru Singh

xxiv. Gurdwara Shahid Ganj Sighnian

xxv. Shahid Ganj Bhai Mani Singh

xxvi. Gurdwara Chowmala Sahib, Bhatti Darwaza

xxvii. Gurdwara Janamashtan Bebe Nanaki

xxviii. Gurdwara Lahura Sahib

xxix. Gurdwara Rori Sahib

xxx. Gurdwara Chota Nankiana

xxxi. Gurdwara Pehli Pathshahi, Manak

xxxii. Gurdwara Thali Sahib Baba Sri Chand

xxxiii. Gurdwara Nanak Garh, Badami Baag

xxxiv. Gurdwara Chhevin Patshahi, Amar Saddhu

xxxv. Gurdwara Janam Asthan Sri Guru Ram Das

xxxvi. Gurdwara Chota Nankiana, Manga

xxxvii. Dharamshala Sri Guru Ramdas

xxxviii. Gurdwara Pehli Patshahi

Gujrat

i. Gurdwara Chhevin Patshahi

ii. Gurdwara Nanak Sahib, Dinga

iii. Gurdwara Chhevin Pathshahi, Buzurgwal

Mandi Bahauddin

Gurdwara Kair Sahib (Jai Sukh Wala)

Sheikhupura

i. Dharamshala Bhai Harnam Singh Ji, Buccheki

ii. Gurdwara Ajnianwala

iii. Gurdwara Panjvin Pathshahi, Jatri

Samadh Sardar Jawahar Singh

Samadh mahrani Nakain ehand Kaur and Gulab Kaur

Samadh Maharaja sher singh chah miran

Tibba baba Farid

Gurdwara Baoli Sahib Rangmahal

Gurdwara Chowba chcha sahib

Gurdwara shikar garh sahib

Gurdwara Chhevin Patshahi Chohtta Baqar

Gurdwara Shikargarh Sahib Kaacha

Gurdwara chhevin Patshahi Minhala

Gudwara Bairi sahib chhivin patshahi kharak

Gudwara chhivin patshahi Dhilwan

Gurdwara chhivin patshahi Padhana

Gurdwara chhivin patshahi Rambur Khurd

Gurdwara chhivin patshahi hadiara

Gurdwara Panjvin patshahi Hanjra

Gujranwala

i. Gurdwara Rori Sahib, Eminabad

ii. Gurdwara Chakki Sahib, Eminabad

iii. Gurdwara Khuhi Bhai Lalo, Eminabad

iv. Gurdwara Damdama Sahib

v. Samadh Sardar Charat Singh

vi. Gurdwara Khara Sahib, Bhaike

vii. Gurdwara Chhevin Patshahi, Kotli Bhaga

viii. Janamasthan Maharaja Ranjit Singh

ix. Gurudwara Panjvin Patshahi, Chak Ram Das

Kasur

i. Gurdwara Panjvin Pathsahi, Sheikham

ii. Gurdwara Holan Sahib

iii. Gurdwara Pehli Patshahi, Bhail Gram

iv. Gurdwara Bhai Phero

v. Gurdwara Sahib, Kanganpur

vi. Gurdwara Hardusahari, Sahari

vii. Gurdwara Sahib, Daftu

viii. Gurdwara Mahme Sar, Lalyani

ix. Samadh Alpa, Alpa

x. Gurdwara Bhai Bahlol

xi. Gurdwara Tham Sahib, Jamber

xii. Gurdwara Arjan Sahib (Beherwal)

Rawalpindi

i. Gurdwara Nirankari

ii. Gurdwara Singh Sabha

iii. Gurdwara Bhai Mani Singh

iv. Gurdwara Chhevin Pathshahi, Narali

v. Gurdwara Chhevin Pathshahi, Damhial

Okara

i. Gurdwara Ghuman Shah

ii. Gurdwara Ajeet Sar

iii. Gurdwara Chota Nankiana

iv. Darbar Baba Sri Chand, Bhuman Shah

Narowal

i. Darbar Sahib, Kartarpur

ii. Gurdwara Tahli Sahib, Ghakka Kotli

iii. Gurdwara Pehli Pathshahi, Mallah

Jhelum

i. Gurdwara Janamasthan Mata Sahib Kaur Ji

Attock

i. Gurdwara Panja Sahib

Baluchistan

Quetta

i. Gurdwara Pehli Pathshahi, Tilganji Sahib

Khaiber Pakhton Khaw

Peshawar

i. Gurdwara Bhai Joga Singh

ii. Gurdwara Gurhatri

iii. Gurdwara Joga Singh

Dera Ismail Khan

i. Gurdwara Kali Devi

ii. Gurudwara Dharamshala Guru Nanak Dev

Naushera

i. Samadh Baba Akali Phula Singh

Sindh

Karachi

i. Gurdwara Sri Guru Nanak Sat Sang Sabha, Aram Bagh, Karachi

ii. Gurdwara Sahib, Manora

iii. Gurdwara Karachi Sikh Sangat

iv. Gurdwara Ratan Tala

v. Gurdwara Adam Goth

vi. Gurdwara Pehli Patshahi, Justice Kayani Road

vii. Gurdwara Pehli Patshahi

Sukkur

i. Gurdwara Pehli Patshahi, Shikarpur

ii. Gurdwara Pehli Patshahi (Jind Pir)?

iii. Gurdwara Sadhu Bela[۲۳]

حوالہ جات

۱۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین، صفحات ۱۱۔۱۰

۲۔ محمد اسلم رانا، پاکستان میں اقلیتوں کی مذہبی آزادی، لاہور، اسلامی مشن، اگست ۱۹۹۵ء، ص ۷۔۶

۳۔ ایضاً

۴۔ ایضاً، ص ۱۲

۵۔ ایضاً، ص ۱۳

۶۔ ایضاً، ص ۱۸

۷۔ ایضاً، ص ۱۹

۸۔ ماہنامہ شاداب، لاہور، جون ۱۹۹۵ء، ص ۸

۹۔ پندرہ روزہ کاتھولک نقیب، لاہور، ۴ جنوری ۱۹۹۳ء، ص ۴

۱۰۔ ایضاً، ۱۶ جولائی ۱۹۹۳ء، ص ۹

۱۱۔ شاداب، ۲۱ مارچ ۱۹۹۴ء، ص ۱۳

۱۲۔ کیتھولک نقیب، یکم دسمبر ۱۹۸۷ء، ص ۱۵

۱۳۔ محمد اسلم رانا، پاکستان میں اقلیتوں کی مذہبی آزادی، ص ۲۰۹

۱۴۔ روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۲۳ اگست، ۱۹۸۹ء، ص ۵

۱۵۔ انٹرویو: سردار ہیرا سنگھ خالصا چیئرمین گورونانک ست سنگھ سبھا، ماہانامہ تکبیر، کراچی، جنوری ۱۹۹۳ء، ص ۱۷

۱۶۔ محمد اسلم رانا، پاکستان میں اقلیتوں کی مذہبی آزادی، ص ۲۲۰

۱۷۔ شاداب، اکتوبر ۱۹۹۰ء، ص ۲۰

۱۸۔ محمد اسلم رانا، پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کی مذہبی آزادی، ص ۱۲۔۱۱

۱۹۔ کیتھولک نقیب، ۱۶ نومبر ۱۹۹۴ء، ص ۸

۲۰۔ شاداب، اپریل ۱۹۹۵ء، ص ۸

۲۱۔ کیتھولک نقیب، ۱۶ جون ۱۹۹۴ء، ص ۱۲

۲۲۔ ایضاً، ۱۶ جنوری ۱۹۹۴ء، ص ۹

۲۳۔ شاداب، جون ۱۹۹۵ء، ص ۱۵

۲۴۔ کیتھولک نقیب، یکم جولائی ۱۹۹۴ء، ص ۵

۲۵۔ شاداب، جنوری ۱۹۹۵ء، ص ۱۸

26. www.minhaj.org/en.php?control=search&srch=christmas,dated 7-8-2012

27. http.//www.youtube.com/watch?v=ulb=5ACUFDYU,dated 7-9-2012

۲۸۔ محمد اسلم رانا، پاکستان میں اقلیتوں کی مذہبی آزادی، ص ۲۰۸

۲۹۔ منشی رام پرشاد، ہندوؤں کے تہوار، لاہور، العصر پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء، ص ۱۷۸

30. http://www.youtube.com/watch?v=UP a9hijykjk,dated 7-10-2012

31. http://www.youtube.com/watch?v=VQCHROIP6hw8 feach=related,dated 7-11-2012

32. http://www.youtube.com/watch?v=RCpvvGZxq1E&Featuve=velated,dated 7-11-2012

33. http://www.youtube.com/watch?v=WDYadvtJvGD,dated7-12-2012

34. http://www.youtube.com/watch?v=tvprvuptLhw&feature=velmfu,dated 7-12-2012

۳۵۔ فانی مرادآبادی، ہندو شعراء کا نعتیہ کلام لائل پور، عارف پبلشنگ ہاؤس، لائل پور (فیصل آباد)، ۱۹۶۲ء، ص ۶۷

36. http://www.youtube.com/watch?v=U264NNMYCvQ&feature=related,dated 7-15-2012

37. http://en.wikipedia.org/wiki/Guru-Amar-Das,dated 7-16-2012

38. http:llen.wikipedia.org/wiki/National-Commision-for-Minoriteis,dated 7-16-2012

39. Rajya Sabha, Hindu Marriage Act, New Delhi,1955, Chapter 2, P.2-3

40. http://www.youtube.com/watch?v=q3n8F-WW110,dated 7-16-2012

41. http://en.wikipedia.org/wiki/Specialsearch/Anand-Karaj-Pakistan,dated 7-17-2012

42.http://www.youtube.com/watch?v=CPBIF-EMSIE&feature=player-embadded,dated

7-17-2012

۴۳۔ پندرہ روزہ نقیب،۱۶نومبر۱۹۹۴ء،ص۸

۴۴۔ ایضاً،۱۶اکتوبر،۱۹۹۴ء،ص۱۲

۴۵۔ ماہنامہ شاداب، جون ۱۹۹۵ء،ص۹

۴۶۔ نقیب، یکم اپریل ۱۹۹۳ء،ص۱۵

۴۷۔ ایضاً،۱۶جولائی ۱۹۹۳ء،ص۷

۴۸۔ شاداب،۱۶مارچ ۱۹۹۴ء،ص۱۱

۴۹۔ نقیب، یکم دسمبر ۱۹۸۷ء،ص۱۸

۵۰۔ ایضاً، یکم مئی ۱۹۹۰ء،ص۲۰

۵۱۔ شاداب، مارچ ۱۹۹۲ء،ص۱۵

۵۲۔ نقیب، یکم مئی ۱۹۹۰ء،ص۱۶

۵۳۔ ماہنامہ ساون، لاہور، اگست ۱۹۹۴ء،ص۲۰

۵۴۔ نقیب، یکم جون ۱۹۹۴ء،ص۳

۵۵۔ ایضاً،۱۶فروری ۱۹۹۵ء،ص۸

۵۶۔ ایضاً،۱۶جنوری ۱۹۹۴ء،ص۱۳

۵۷۔ ایضاً،۱۶جون ۱۹۹۳ء،ص۱۷

58. http://en.wikipedia.org/wiki/List-of-Churches-in-Pakistan.dated 7-26-2012

۵۹۔ روزنامہ جنگ، کراچی، ادارہ روزنامہ جنگ،۱۸دسمبر ۱۹۹۴ء،ص۶

60. http://en.wikipedia.org/wiki/listofHindu-Temples-in-Pakistan,dated 7-26-2012

۶۱۔ روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ادارہ روزنامہ نوائے وقت،۱۸/اپریل ۱۹۹۵ء،ص۷

62. http://www.youtube.com/watch?v=vvcukozuni8feature=related,dated

7-26-2012

۶۳۔ مسیحی ماہنامہ، جفاکش، کراچی، مئی ۱۹۹۴ء،ص۸

64. http://www.sikhiwiki.org/index.phg/Gurdwaras-of-Pakistan,dated 7-26-2012

ماحصل ونتائج

ماحصل

پاکستان میں غیر مسلموں سے معاشرتی برتاؤ کا مقالہ کے تمام ابواب اور فصول میں تفصیلاً ذکر ہو چکا ہے۔ قیام پاکستان تا حال جتنے تلخ وخوش گوار حالات پاکستانی اقلیتوں پر گزرے اُن کا تذکرہ کیا گیا اور بعض مقامات پر معاملہ کی وضاحت کے لیے قیامِ پاکستان سے قبل تک کے حالات کا بھی جائزہ لیا گیا۔ آخر میں ماحصل کے طور پر تمام مقالہ کا اجمالی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

مقالہ کے پہلے باب کا عنوان ''پاکستانی معاشرہ اور اُس کے خدوخال'' تھا جو کہ تین فصول پر مشتمل تھا۔ جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

معاشرہ کا تعارف، لغات، مفکرینِ معاشرہ اور تعلیماتِ اسلامی کی روشنی میں بیان کیا گیا۔ پاکستانی معاشرہ کے اجزائے ترکیبی بنیادی نظریات وتہذیبی اقدار کا جائزہ لیا گیا اور تیسری فصل میں پاکستانی اقلیات، مسیحیوں، ہندوؤں، احمدیوں، بہائیوں، سکھوں اور پارسیوں کے ماضی وحال تک کی صورتِ حال درج کی گئی۔

مقالہ کے دوسرے باب کا عنوان ''پاکستانی غیر مسلموں کا شرعی حکم، اسلامی تعلیمات اور آئینِ پاکستان کی روشنی میں'' تھا۔

وہ کون کون سے حقوق ہیں جو اسلام اور اسلامی ریاست غیر مسلم رعایا کو فراہم کرتی ہے۔ پاکستانی غیر مسلموں کا شرعی حکم، اھل الذمہ اور اھلِ معاہد کی وضاحت کی گئی اور آخر میں واضح کیا گیا کہ آئینِ پاکستان غیر مسلموں کو کیسے مراعات وسہولیات سے نوازتا ہے۔

مقالہ کے تیسرے باب ''امورِ سیاسی میں اقلیتوں سے برتاؤ'' میں بیان کیا گیا کہ جب پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو اُس وقت اقلیتوں کی کیا صورتِ حال تھی۔ قیام پاکستان سے اب تک اقلیتوں نے مخلوط وجداگانہ انتخابات پر کیسے جدوجہد کی اور پاکستان کے ابتدائی ایام سے اب تک اقلیتوں کو جو مراعات حاصل رہیں اُن کا بھی ذکر ہو چکا۔

مقالہ کے چوتھے باب میں اقلیتوں سے متعلقہ مذہبی امور کا قدرے تفصیل سے ذکر کیا گیا اور واضح کیا گیا کہ

پاکستانی اقلیتوں کی مذہبی سرگرمیاں کیا ہیں، مذہبی تہوار ورسوم کب اور کہاں مناتے ہیں اوران کوتہوار ورسوم کے انعقاد میں کس طرح سے آزادی حاصل ہے اورآخر میں ان عبادت گاہوں کا قدرے تفصیل سے ذکر کر دیا گیا ہے۔

مندرجہ بالا تمام امور کا جائزہ لے کر یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ پاکستانی غیر مسلموں کے ساتھ پاکستانی مسلمانوں کا معاشرتی برتاؤ تسلی بخش ہے اور پاکستانی غیر مسلم، پاکستانی شہری ہیں ان کو یہاں اُتنے ہی حقوق حاصل ہیں جتنے کہ پاکستانی مسلمانوں کو ہیں۔ یہ پاک دھرتی اُتنی ہی اقلیتوں کی ہے کہ جتنی اکثریت کی ہے۔

مصادر و مراجع

مصادر و مراجع

۱۔ القرآن الحکیم

۲۔ ابنِ زنجویہ، حمید، کتاب الاموال، ریاض، الملک فیصل الجوت والدراسات الاسلامیہ، ۱۴۰۶ھ

۳۔ ابن سعد، ابوعبداللہ محمد، الطبقات الکبریٰ، بیروت، دار بیروت، ۱۳۹۸ھ

۴۔ ابنِ ماجہ، محمد بن یزید الربعی، حافظ، سنن، ریاض، دارالسلام، اپریل ۱۹۹۹ء

۵۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، امام، سنن، ریاض، دارالسلام، اپریل ۱۹۹۹ء

۶۔ ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، امام، کتاب الخراج، بیروت، دارالمعرفت، س:ن

۷۔ احمد بن حنبل، ابوعبداللہ شیبانی، المسند، بیروت، المکتب الاسلامی، ۱۹۹۸ء

۸۔ احمد سلیم، پاکستان اور اقلیتیں، کراچی، مکتبہ دانیال، ۱۹۹۹ء

۹۔ ارشد جوزف، فادر، مریم آباد یادوں کے سوسال، کراچی، مکتبہ عناویم، ۱۹۹۶ء

۱۰۔ اصلاحی، امین احسن، اسلامی ریاست، لاہور، دالرتذکیر، ۲۰۰۶ء

۱۱۔ الیاس اعظمی، پروفیسر، مطالعہ احمدیت اور دعوتِ انصاف، لاہور، نوریہ رضویہ پبلیکیشنز، جولائی ۲۰۰۶ء

۱۲۔ انجم، تجمل حسین، پاکستان: تاریخی وسیاسی جائزہ، لاہور، ادارہ مطالعہ تاریخ، ۱۹۹۳ء

۱۳۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ، امام، الجامع الصحیح المسند المختصر فی امورِ رسول اللہ ﷺ وسننہ وایّا مہ، ریاض، دارالسلام

۱۴۔ بیہقی، ابوبکر بن حسین بن عبداللہ، امام، السنن الکبریٰ، بیروت، دارالباز، ۱۴۱۴ھ

۱۵۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتِ حال، لاہور، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، ۱۹۹۱ء

۱۶۔ ترمذی، ابوعیسیٰ، محمد بن عیسیٰ، امام، الجامع الصحیح، ریاض، دارالسلام، اپریل ۱۹۹۹ء

۱۷۔ جعفری، رئیس احمد، خطباتِ قائدِ اعظم، لاہور، مقبول اکیڈمی، س:ن

۱۸۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، پاکستانی کلچر، راولپنڈی، محمود برادرز پرنٹرز، ۲۰۰۸ء

۱۹۔ جنید قیصر، پاکستانی اقلیتوں کا نوحہ، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۰۷ء

۲۰۔ خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، لاہور، الفیصل ناشران وتاجران، ۲۰۰۹ء

۲۱۔ داس، ایس کے، تاریخ کلیسائے پاکستان، لاہور، جے ایس پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء

۲۲۔ رزاقی، شاہد حسین، پاکستانی مسلمانوں کے رسم ورواج، لاہور، ادارہ ثقافتِ اسلامی، ۱۹۸۱ء

۲۳۔ الزاوی، الطاہر احمد، ترتیب القاموس المحیط، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۹۷۹ء

۲۴۔ زاہد چوہدری، پاکستان کی سیاسی تاریخ، ترتیب: حسن جعفر زیدی، لاہور، ادارہ مطالعہ تاریخ، ۱۹۹۲ء

۲۵۔ الزبیدی، محمد مرتضٰی، تاج العروس من جواہر القاموس، بیروت، منشورات مکتبہ الحیات، س:ن

۲۶۔ سید فیضی، پاکستان ایک تہذیبی وحدت، لاہور، مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، ۱۹۷۷ء

۲۷۔ شافعی، ابوعبداللہ محمد بن ادریس، امام، المسند، بیروت، دارالکتب العلمیہ، س:ن

۲۸۔ شاہ محمد، جنگِ ہند پنجاب، مرتب: محمد آصف خان، لاہور، پنجابی ادب بورڈ س:ن

۲۹۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، کراچی، دارالاشاعت، س:ن

۳۰۔ طبری، محمد بن جریر، ابوجعفر، تاریخ الامم والملوک، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۷ھ

۳۱۔ عارفہ فرید، پاکستانی کلچر کی روایات، کراچی، رائل بک کمپنی، ۱۹۹۳ء

۳۲۔ عبدالرزاق، ابوبکر بن حمام بن نافع صنعانی، المصنف، بیروت، المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ

۳۳۔ عبدالباری، سید، ہندوستان میں اقلیتوں کا مسئلہ، حیدرآباد دکن، نفیس اکیڈمی، اگست ۱۹۴۶ء

۳۴۔ عطار، احمد عبدالغفور، الصحاح تاج اللغۃ العربیہ وصحاح العربیہ، بیروت، دارالعلم للملائیین، س:ن

۳۵۔ علی متقی، حسام الدین علاؤالدین، الہندی، کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال، بیروت، موسسۃ الرسالۃ، ۱۳۹۹ھ

۳۶۔ عنایت برناڈ، فادر، پنجاب میں مسیحیت، سادھو کے گوجرانوالہ، مکتبہ عناویم پاکستان، ۱۹۹۷ء

۳۷۔ فانی مرادآبادی، ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، لائل پور (فیصل آباد)، عارف پبلیشنگ ہاؤس، ۱۹۶۲ء

۳۸۔ فرانسس ندیم، فادر، یہ دیس ہمارا ہے، لاہور، ہم آہنگ پبلی کیشنز، ۱۹۷۹ء

۳۹۔ فیروزالدین، مولوی، فیروزاللغات (اردو جامع نیا ایڈیشن)، لاہور، فیروزسنز، س:ن

۴۰۔ مالک، ابن انس، امام، المؤطا، بیروت، دارالاحیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ

۴۱۔ محسن، شمس الرحمٰن، شاہ ولی اللہ کے عمرانی نظریے، لاہور، سندھ ساگر اکیڈمی، ۱۹۹۹ء

۴۲۔ محمد اسلم رانا، پاکستان میں اقلیتوں کی مذہبی آزادی، لاہور، اسلامی مشن، ۱۹۹۵ء

۴۳۔ المنجد، عربی اُردو ڈکشنری، کراچی، دارالاشاعت، ۱۹۹۴ء

۴۴۔ منشی رام پرشاد، ہندوؤں کے تہوار، لاہور، العصر پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء

۴۵۔ نسائی، احمد بن شعیب بن علی بن سنان، حافظ، امام، ابوعبدالرحمٰن، السنن، ریاض، دارالسلام، ۱۹۹۹ء

۴۶۔ نظامِ حکومت کے بارے میں انصاری کمیشن کی رپورٹ، لاہور، انصاری کمیشن، اگست ۱۹۸۳ء

۴۷۔ وزارتِ اطلاعات ونشریات، ختم نبوت پر قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ، اسلام آباد، وزارتِ اطلاعت ونشریات، ۷ستمبر ۱۹۷۴ء

English Books

1. Callard, keith, Pakistan-A Political Study, Karachi, Oxford Press, 1968

2. Coles G.D.H, Introduction to the social contract and courses by jeacques Rousseau, London, 1913

3. Consitituent Assembly of Pakistan, Debates, Karachi, Govt. of Pakistan, Vol.1, February 1, 1956

4. Consitituent Assembly of Pakistan, Debates, Karachi, Govt. of Pakistan, Vol.i, No.3, August 12, 1947

5. Consitituent Assembly of Pakistan, Debates, Karachi, Govt. of Pakistan, Vol.ii, 25th Feb, 1948

6. Consitituent Assembly of Pakistan, Debates, Karachi, Govt. of Pakistan, Vol.xvi, August 11, 1954

7. Dadachan Ji, Freedon K, A Great Parsi Family of Sindh, Vol.VI, Karachi, dadachan house, 1978

8. Dastur, Aloo J., Parsis and Nationalism in Asghar Ali Engineer (Ed.), The Role of Minorities in Freedom Struggle, Dehli, A Janta Publications, 1986

9. Gall, Tirrothy L.(ed), World mark Encyclopedia of Culture and daily life, Vol.3, Asia and oceania, Cleveland, OH: Eastword Publications Development, 1998

10. Haq, M. Mahfuzul, Electoral Problems in Pakistan, Dhaka, Progress Publications, 1966

11. Rajya Sabha, Hindu Marriage Act, New Dehli, Rajya Sabha, 1955

12. Hira Lal Chopra, Dr., Bahaism in India, in the Punjab Past and Present, Vol.XI, Calcutta, Calcutta University, April 1976

13. Hobbes, Laviathan, Cambridge Medieval history, London, Cambridge

University Press

14. Human Rights Commission of Pakistan, Life at Risk (Report), Lahore, Human Rights Commission of Pakistan, April 2011

15. Mansergh, N. and Moon, Transfer of Power, Vol.XI, London, H.M.S.O Publications, 1982

16. Mitra, H.M, The India Anual Register, 1919 to 1947, Vol.1940-2, New Dehli

17. Parliamentary Committees on Minority Affairs, Policy Resource Guid, Lahore, Parliamentary Committees on Minority Affairs, july 2008

18. Report of the Committee of Fundamental Rights of Citizens of Pakistan, and on Matters Relating to Minorities, Karachi, Govt. of Pakistan, 1953

19. Sapru Papers S.280, Vol.25, Calcutta, National Liberary, 1947

20. Shahid Javed Burki, Historical Dictionary of Pakistan, Oxford, Scarecrow Press, 2006

21. The Constition of Islamic Republic of Pakistan, Act, Govt. of Pakistan Islamabad, 1974

22. The Encyclopedia of Islam, Vol.I, London, A-B Publication, 1960

23. The New Oxford Illustrated Dictionary, Oxford, Oxford University + Bay Books, Sunday 1978

24. The Oxford English Dictionary, Vol.IX, Oxford, Clarendon Press, 1933

25. Watt, Montgomery, Islami Political Thought, London, Edinburgh University Press, 1980

اُردو رسائل و جرائد

۱۔ انٹرویو: سردار ہیرا سنگھ خالصہ، چیئرمین گرونانک ست سنگھ سبھا، ماہنامہ تکبیر، کراچی، جنوری ۱۹۹۳ء

۲۔ پندرہ روزہ کیتھولک نقیب، لاہور، متعدد شمارے

۳۔ روزنامہ پاکستان ٹائمز، راولپنڈی، ادارہ پاکستان ٹائمز، ۲۸ جون ۱۹۷۴ء

۴۔ روزنامہ جسارت، کراچی، ادارہ روزنامہ جسارت، ۳۱مئی ۱۹۷۴ء

۵۔ روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ادارہ نوائے وقت، ۱۸اپریل ۱۹۹۵ء

۶۔ کے۔ آرضیاء، تحریک پاکستان میں مسیحیوں کا کردار، لاہور، ماہنامہ کاریتاس، اگست ۱۹۹۷ء

۷۔ ماہنامہ ساون، لاہور، اگست ۱۹۹۴ء

۸۔ ماہنامہ شاداب، لاہور، متعدد شمارے

۹۔ ملکانی، کیول رام، سندھ کی کہانی، سہ ماہی آج، کراچی، ۱۹۹۳ء

Megazins & News Papers

1. Ardeshir Cowasjee, A Hunderd Years Ago, Karachi, Dawn, February 14, 1999
2. Dy No.1497 GG dated 23-4-1947, File MD-120, India Office Library, London
3. Dawn, Karachi, January 2, 1956

Internet Websites

1. http://en.wikipedia.org متعدد حوالے
2. http://www.minhaj.org/en?control=search&srch=chrismas,dated 7-8-2012
3. http://www.sikhiwiki.org/index.phg/Gurdwaras-of-Pakistan,deated 7-26-2012
4. http://www.youtube.com متعدد حوالے

ضمیمہ جات



ڈاکٹر طاہر القادری اور ڈاکٹر اینڈریو فرانسس
امن کی شمع روشن کر رہے ہیں۔



بانی ادارہ منہاج القرآن ڈاکٹر طاہر القادری اور پشپ آف ملتان
ڈاکٹر اینڈ ریو فرانسس مرکزی سیکرٹریٹ ادارہ منہاج القرآن،
ماڈل ٹاؤن لاہور میں کرسمس کا کیک کاٹ رہے ہیں۔



بپٹسٹ چرچ لاہور کی طرف سے میلاد النبی ﷺ کی تقریب کے سلسلہ میں شائع کیا جانے والا اشتہار۔



مسلمان، مسیحی، ہندو اور سکھ نمائندگان
بیپٹسٹ چرچ لاہور کے پروگرام میں شریک ہیں۔



مسلمانوں سمیت پاکستان کے تمام غیر مسلم مذاہب کے نمائندگان
مسیحیوں کے ہمراہ بپٹسٹ چرچ لاہور کے پروگرام میں شریک ہیں۔



آخر میں نمائندگان مسیحی برادری کی طرف سے
محفلِ میلاد النبی ﷺ
کے موقع پر کیک کاٹ رہے ہیں۔



پنڈت بھگت لال بالمیک مندر لاہور میں محفلِ میلادِ مصطفیٰ ﷺ پر ابتدائی کلمات ادا کر رہے ہیں۔



ہندو گائیک نعتِ رسولِ مقبول ﷺ پیش کر رہے ہیں۔



بالمیک مندر کے احاطے میں مسلم شرکاءِ محفل نمازِ عصر ادا کر رہے ہیں۔



بالمیک مندر میں ہندو برادری کی طرف سے
محفلِ میلادالنبی ﷺ
کے موقع پر کیک کاٹا جارہا ہے۔